عیب دان تھے اگر غیب داں ہوتے تو انہیں حضرت خضرؑ کی جگہ معلوم ہوتی اور وہ اس جگہ سے آگے نہ نکل جاتے۔ ۲۶۵ اس بندے سے قول مختار کے مطابق حضرت خضر علیہ السّلام مراد ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے تکوینیات کا وہ علم عطا فرمایا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس نہیں تھا جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو علمِ شرائع حاصل تھا جو حضرت خضر علیہ السلام کے پاس نہیں تھا، چنانچہ جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو حضرت خضر نے کہا یٰموسیٰ انا علیٰ علم علمنی اللہ لا تعلمہ انت و انت علیٰ علم علّمک اللہ لا اعلمہ انا (کبیر ج ۵ ص ۴۸۲) حضرت خضرؑ کے بارے میں بعض نے لکھا ہے کہ وہ فرشتہ تھا، بعض نے کہا ہے وہ ولی تھے، لیکن جمہور کا مسلک یہ ہے کہ وہ نبی تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت پر خود قرآنی قرائن شاہد ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا رحمت سے مراد وحی اور نبوت ہے اور یہ تعبیر انبیاء علیہم السّلام کے بارے میں ہی اختیار کی گئی ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ (سورۂ ہود رکوع ۳) اور دوسری جگہ حضرت صالح علیہ السلام کا قول نقل فرمایا یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَاٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً (سورۂ ہود ع ۶) ان آیتوں میں رَحْمَةً سے مراد وحی اور نبوت ہے۔ وَالجمہور علیٰ انّہا الوحی والنبوۃ وقد اطلقت علیٰ ذٰلک فی مواضع من القراٰن (روح ج ۱۵ ص ۳۲۰)۔

دوم یہ کہ معصوم بچے کے قتل کا واقعہ بھی شاہد ہے کہ وہ نبی تھے کیونکہ ولی ہونے کی صورت میں بچے کو قتل کرنے کا اشارہ زیادہ سے زیادہ کشف و الہام پر مبنی ہو سکتا ہے اور ولی کا کشف یا الہام ظنی چیز ہے اس سے قطع اور یقین کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا، اس لئے کشف یا الہام کے اشارے سے ایک معصوم بچے کا قتل جائز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ نبی تھے اور انہیں بچے کو قتل کرنے کا حکم وحی کے ذریعہ ہوا تھا یا کشف و الہام سے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا کشف اور الہام بھی وحی کی طرح قطعی ہوتا ہے۔

حیاتِ خضر علیہ السلام

علماء میں اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات پا چکے ہیں۔ بعض علماء اور صوفیہ کا خیال ہے کہ وہ زندہ ہیں، لیکن جمہور علمائے امت اور محققین صوفیائے ملت کی تحقیق یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ ان کی وفات پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم السلام سے فرداً فرداً یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنے بعد آنے والے ہر نبی کی تصدیق کریں اور اگر اس کا زمانہ پائیں تو اس کی مدد کریں اور اس کا ساتھ دیں، جیسا کہ ارشاد ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَاۤ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ اگر حضرت خضر زندہ ہوتے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپؐ پر ایمان لاتے اور ہر میدانِ جنگ میں آپؐ کے ساتھ جہاد میں شریک ہوتے، آپؐ کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے، جمعہ میں آپؐ کے ساتھ شریک ہوتے مگر کسی نماز میں یا کسی میدانِ جہاد میں ان کے حاضر ہونے کا کوئی ذکر اذکار نہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے وہ خود حضور علیہ السلام کے زمانے میں بھی زندہ نہیں تھے۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (۷۵)
بولا میں نے تجھ کو نہ کہا تھا کہ تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ
قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَیْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِیْ ۚ
کہا اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز اس کے بعد تو مجھ کو ساتھ نہ رکھیو
قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا (۷۶) فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ
تو اتار چکا میری طرف سے الزام پھر دونوں چلے یہانتک کہ جب
اَتَیَاۤ اَهْلَ قَرْیَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ
پہنچے ایک گاؤں کے لوگوں تک کھانا چاہا وہاں کے لوگوں سے انہوں نے نہ مانا کہ
یُّضَیِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ
ان کو مہمان رکھیں پھر پائی وہاں ایک دیوار جو گرا چاہتی تھی
فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْهِ اَجْرًا (۷۷)
اس کو سیدھا کر دیا بولا موسیٰ اگر تو چاہتا تو لے لیتا اس پر مزدوری ف۱
قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَبَیْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ
کہا اب جدائی ہے میرے اور تیرے بیچ اب جتلائے دیتا ہوں تجھ کو پھیر
مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا (۷۸) اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ
ان باتوں کا جس پر تو صبر نہ کر سکا ف۲ وہ جو کشتی تھی ۶۶۸ سو
لِمَسٰكِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَ
چند محتاجوں کی جو محنت کرتے تھے دریا میں سو میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں
كَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ كُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا (۷۹)
اور ان کے پرے تھا ایک بادشاہ جو لے لیتا تھا ہر کشتی کو چھین کر
وَاَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ
اور وہ جو لڑکا تھا سو اس کے ماں باپ تھے ایمان والے پھر ہم کو اندیشہ ہوا کہ

موضح قرآن ف۱ یعنی گاؤں کے لوگوں نے مسافر کا حق نہ سمجھا کہ مہمانی کریں ان کی دیوار مفت بنانی کیا ضرور تھی۔ ف۲ اب کی بار موسیٰ نے جان کر پوچھا رخصت ہونے کو سمجھ لیا کہ یہ علم میرے ڈھب کا نہیں حضرت موسیٰ کا علم وہ تھا جس میں خلق پیروی کرے تو ان کا بھلا ہو۔ حضرت خضر کا علم وہ کہ دوسرے کو اس کی پیروی بن نہ آوے۔

امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام کے بارے میں پوچھا کہ کیا وہ زندہ ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا وہ کس طرح زندہ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے تھوڑا سا پہلے فرمایا تھا۔ لا یبقی علی رأس المائۃ ممن ھو الیوم علی ظھر الارض احدٌ یعنی اس وقت جو انسان زمین پر ہیں سو سال تک ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں رہے گا۔

امام ابن تیمیہ نے فرمایا، کہ اگر حضرت خضرؑ زندہ ہوتے تو ان پر فرض تھا کہ وہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے، آپؐ سے علم قرآن حاصل کرتے اور آپؐ کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے۔ اسی طرح امام ابراہیم بن اسحاق حربی امام شرف الدین محمد بن ابی الفضل مرسی، امام علی بن موسیٰ رضا اور ابوالحسین بن المنادی رحمہم اللہ تعالیٰ سے یہی منقول ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ (روح المعانی ج ۱۵ صفحہ ۳۲۲) رہی یہ بات کہ بہت سے اولیاء اللہ کو حضرت خضر علیہ السلام کی حالتِ بیداری میں زیارت نصیب ہوئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے ان کی حیات پر استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جیسا کہ بعض کاملین اور محققین صوفیا نے فرمایا ہے، حضرت خضر کی زیارت عالمِ دنیا کی چیز نہیں بلکہ اس کا تعلق عالمِ مثال سے ہے، یعنی حضرت خضر علیہ السلام کی مثالی صورت بعض کاملین کو بیداری کی حالت میں نظر آتی ہے، چنانچہ حضرت شیخ صدرالدین اسحاق قونوی رحؒ اپنی کتاب "تبصرۃ المبتدی وتذکرۃ المنتہی" میں فرماتے ہیں۔ ان وجود الخضر علیہ السلام فی عالم المثال (روح ج ۱۵ صفحہ ۳۲۶)

ف۶۵ جب حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے ان کا مخصوص علم حاصل کرنے کے لئے ان کے ساتھ رہنے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا کہ میرے علم کا تعلق تکوینیات سے ہے جس پر تم حاوی نہیں ہو اس لئے تم میرے ساتھ رہ کر میرے کاموں کو صبر و ضبط سے نہیں دیکھ سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صبر و ضبط سے کام لینے اور ہر امر میں فرمانبرداری کرنے کا وعدہ کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میرے کسی کام پر اعتراض نہ کرنا جب تک کہ اس کی حقیقت میں خود بیان نہ کر دوں۔ اس سے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے غیب دان ہونے کی نفی ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی چیزوں کا علم ان کو نہیں تھا حضرت موسیٰ

يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَاَرَدْنَآ اَنْ يُّبْدِلَهُمَا

ان کو عاجز کر دے زبردستی اور کفر کر کر ف۱ پھر ہم نے چاہا کہ بدلہ دے ان کو

رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَاَمَّا

ان کا رب بہتر اس سے پاکیزگی میں اور نزدیک تر شفقت میں ف۲ اور وہ جو

الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ

دیوار تھی سو دو یتیم لڑکوں کی تھی اس شہر میں اور اس

تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ

کے نیچے مال گڑا تھا ان کا اور ان کا باپ تھا نیک پھر چاہا

رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ

تیرے رب نے کہ پہنچ جائیں اپنی جوانی کو اور نکالیں اپنا مال گڑا ہوا

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ۭ ذٰلِكَ

مہربانی سے تیرے رب کی اور میں نے یہ نہیں کیا اپنے حکم سے ف۳ یہ ہے

تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ

پھیر ان چیزوں کا جن پر تو صبر نہ کر سکا ف۳ اور تجھ سے پوچھتے ہیں

عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ۭ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾

ذوالقرنین کو ف۴ کہہ اب پڑھتا ہوں تمہارے آگے اس کا کچھ احوال ف۴

اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ

ہم نے اس کو جمایا تھا ملک میں ف۵ اور دیا تھا ہم نے اس کو ہر چیز کا

سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ

سامان پھر پیچھے پڑا ایک سامان کے ف۵ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج ڈوبنے کی جگہ

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ

پایا کہ وہ ف۶ ڈوبتا ہے ایک دلدل کی ندی میں ف۱ اور پایا

موضح قرآن

ف۱ یعنی اگر وہ بڑا ہوتا تو موذی اور بدراہ ہوتا اس کے ماں باپ اس کے ساتھ خراب ہوتے، بعضے آدمی کی بنیاد بُری پڑتی ہے اور بعضے کی بھلی، جیسے لکڑی کھیرا کوئی میٹھا پڑا، کوئی کڑوا، اگرچہ اصل میں لکڑی کھیرا میٹھا ہے اسی طرح آدمی کی بنیاد بھی اصل میں بہتر ہے، بگڑ کر کوئی پھل کڑوا نکلتا ہے اس کا علم اللہ کو ہے۔ پیغمبر نے فرمایا ہر آدمی کی بنیاد مسلمانی پر ہے یہی معنی سمجھنے چاہئیں۔ **ف۲** اسی ماں باپ کے گھر پیچھے ایک بیٹی ہوئی، ایک نبی سے بیاہی گئی اس سے ایک نبی پیدا ہوا جس سے ایک امت قائم ہوئی۔ **ف۳** یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضرور ہے اُس پر مزدوری نہیں لینی، آگے قصہ فرمایا ذوالقرنین بادشاہ کا یہ بھی یہود کے سکھائے سے مکے کے لوگ پوچھتے تھے پیغمبر کے آزمانے کو جیسے اصحاب کہف کا قصہ، **ف۴** اس بادشاہ کو ذوالقرنین کہتے ہیں اس واسطے کہ دنیا کے دونوں سرے پر پھر گیا تھا مشرق اور مغرب پر، بعضے کہتے ہیں یہ لقب سکندر کا، بعضے کہتے ہیں کوئی بادشاہ پہلے گذرا ہے۔ **ف۵** یعنی انجام کرے گا سفر کا۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی بحسب مردماں ۱۲۔

علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ تین واقعے پیش آئے، تینوں سے یہ بات عیاں ہے۔ ٦٩ یہ پہلا واقعہ ہے۔ دورانِ سفر وہ کشتی میں سوار ہوئے حضرت خضر نے کشتی کا ایک تختہ توڑ دیا جس سے اس میں بڑا سا شگاف پڑ گیا، شرعی طور پر بظاہر یہ حرکت ناجائز تھی اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے نہ رہا گیا۔ اور انہوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا ناجائز حرکت کی ہے۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا میں نے جو کہا تھا کہ تم ضبط سے کام نہیں لے سکو گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھول کا عذر کیا اور کہا کہ بھول کے بارے میں مجھ پر تنگی نہ کیجئے۔ ٧٠ یہ دوسرا واقعہ ہے جب کشتی سے اتر کر آگے چلے تو ایک لڑکا ملا حضرت خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر بول اُٹھے کہ تم نے ایک معصوم اور بے گناہ بچے کو قتل کر کے بہت بُرا فعل کیا ہے۔ اس پر حضرت خضر علیہ السلام نے پھر ان کو ان کا سابقہ عہد یاد دلایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں کہا، اب اگر میں تم پر اعتراض کروں تو بیشک آپ مجھے ساتھ نہ رکھیں کیونکہ آپ کے پاس مجھے جدا کرنے کا معقول عذر ہوگا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ مقتول چھوٹا لڑکا نہیں تھا بلکہ نوجوان آدمی تھا اور غُلٰم کے معنی نوجوان کے بھی آتے ہیں۔ وَقِیْلَ کَانَ بَالِغًا شَابًّا (روح ج ١٥ ص ٣٣٦) وَقِیْلَ کَانَ رَجُلًا (خازن جلد ٤ ص ٢٨٢)

٧١ یہ تیسرا واقعہ ہے، دونوں ایک گاؤں میں پہنچے، بھوک لگ چکی تھی اس لئے گاؤں والوں سے کھانا طلب کیا مگر انہوں نے کھانا کھلانے سے انکار کر دیا۔ وہاں انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو بہت پُرانی تھی اور ایک طرف جھکی ہوئی تھی گویا کہ گِرنا چاہتی ہے حضرت خضر علیہ السلام نے وہ دیوار درست کر دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں خیال آیا کہ گاؤں والوں نے کھانا تو ان کو کھلایا نہیں، دیوار بنانے کی مزدوری ہی لے لی ہوتی۔ یہ بات انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام سے کہہ دی۔ اس پر انہوں نے کہا بس اب میری اور تمہاری جدائی کا وقت آگیا ہے اور اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ ان تینوں واقعات کی حقیقت کیا ہے جس کو نہ جاننے کی وجہ سے تم ان کو دیکھ کر صبر و ضبط سے کام نہیں لے سکے۔ ٧٢ یہ پہلے واقعہ کی حکمت ہے، حضرت خضرؑ نے کہا،

عِنْدَهَا قَوْمًا ۬ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ
اس کے پاس لوگوں کو ف۱ ہم نے کہا اے ذوالقرنین ٧٢ یا تو تو لوگوں کو تکلیف دے
وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ
اور یا رکھ ان میں خوبی ف۲ ف۳ بولا جو کوئی ہوگا بے انصاف
فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا
سو ہم اس کو سزا دینگے پھر لوٹ جائے گا اپنے رب کی طرف وہ عذاب دیگا اس کو برا
نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ
عذاب اور جو کوئی یقین لایا اور کیا اس نے بھلا کام سو اس کا بدلہ
اِلْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ط ثُمَّ اَتْبَعَ
بھلائی ہے اور ہم حکم دینگے اس کو اپنے کام میں آسانی ف۳ پھر لگا ایک
سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ
سامان کے پیچھے ف۴ یہاں تک کہ جب پہنچا سورج نکلنے کی جگہ ٧٣ پایا اس کو کہ نکلتا ہے
عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذٰلِكَ
ایک قوم پر کہ نہیں بنا دیا ہم نے ان کے لئے آفتاب سے ورے کوئی حجاب ف۵ یوں ہی ہے
وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾
اور ہمارے قابو میں آچکی ہے اس کے پاس کی خبر ف۶ پھر لگا ایک سامان کے پیچھے
حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لا
یہاں تک کہ جب پہنچا دو پہاڑوں کے بیچ ٧٤ پائے ان سے ورے ایسے لوگ
لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ
جو لگتے نہیں کہ سمجھیں ایک بات ف۷ بولے اے ذوالقرنین ٧٥
اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ
یہ یاجوج اور ماجوج دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں سو تو کہے

موضح قرآن

ف۱ ذوالقرنین کو شوق ہوا کہ دیکھے دنیا کی بستی کہاں تک بستی ہے سو مغرب کی طرف اس جگہ پہنچا کہ دلدل تھا، نہ گذر آدمی کا نہ کشتی کا، اللہ کے ملک کی حد نہ پا سکا۔ ف۲ اس کو یہ کہا یعنی دونوں بات کی قدرت دی، ہر بادشاہ کو ہر حاکم کو قدرت ملتی ہے، چاہے وہ خلق کو ستا دے، چاہے اپنی خوبی کا ذکر جاری رکھے۔ ف۳ حاکم جو عادل ہو اس کی یہی راہ ہے، بُروں کو سزا دے بُرائی کی، اور بھلوں سے نرمی کرے اس نے یہ بات کہی۔ یعنی یہ چال اختیار کی۔ ف۴ یعنی اور سفر کا سرانجام کیا۔ ف۵ شاید وہ لوگ جنگلی سے ہوں گے کہ گھر بنانا اور چھت ڈالنا ان میں دستور نہ ہوگا۔ ف۶ تاریخ والے شاید اس جگہ کچھ اور کہتے ہوں اور نری الحقیقت اتنا ہے جو فرما دیا۔ ف۷ یعنی کسی کی بولی نہ ملتی تھی اور دو آڑ دو پہاڑ تھے اس ملک میں اور یاجوج ماجوج کے ملک میں وہی اٹکاؤ تھے ان پر چڑھائی نہ تھی مگر بیچ میں کھلا تھا ایک گھاٹا اس راہ سے یاجوج ماجوج آتے اور لوگوں کو لوٹ مار کر چلے جاتے۔

فتح الرحمٰن ف۱ و ایں کنایت است از قدرت او بریں دو کار ١٢۔

اس کشتی کے مالک بہت غریب اور مسکین تھے اور یہی کشتی ان کا ذریعۂ معاش تھی، وقت کا بادشاہ زبردست تھا جو ہر اچھی اور بے عیب کشتی جبراً چھین لیتا تھا اس لئے میں نے اس کشتی کو توڑ کر عیب دار کر دیا تاکہ بادشاہ اسے چھین نہ لے۔ وَاَمَّا الْغُلٰمُ الخ یہ دوسرے واقعہ کی حکمت ہے، یعنی میں نے اس غلام (لڑکا یا نوجوان) کو اس لئے قتل کیا کہ وہ بدکردار اور کافر ہونے والا تھا یا وہ بالفعل بدکردار اور کافر تھا لیکن اس کے والدین نیک اور صالح تھے اور مومن تھے تو ہمیں اندیشہ لاحق ہوا کہ اگر وہ زندہ رہا تو کفر اور سرکشی سے ان کو تنگ کرے گا۔ اس لئے ہم نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس کے بدلے اس سے اچھا فرزند عطا کرے جو دین داری کے اعتبار سے اور والدین پر شفقت اور مہربانی کے لحاظ سے اس سے کہیں زیادہ بہتر ہو۔ وَاَمَّا الْجِدَارُ الخ یہ تیسرے واقعہ کی حکمت ہے یہ دیوار دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ بہت نیک تھا، اس دیوار کے نیچے ان کا خزانہ دفن تھا۔ اگر دیوار گر جاتی تو خزانہ ظاہر ہو جاتا جسے لوگ لوٹ کر لے جاتے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ دونوں بچے بڑے ہو کر اپنا خزانہ اپنے استعمال میں لائیں اس لئے مجھے دیوار درست کرنے کا حکم دیا۔ **۴۷** ان تینوں حادثوں میں مَیں نے جو کچھ کیا ہے۔ اپنی مرضی اور اختیار سے نہیں کیا اور نہ ان باتوں کا مجھے بذاتِ خود علم تھا بلکہ ان باتوں کا اللہ تعالیٰ نے مجھے علم دیا اور مَیں نے جو کچھ کیا ہے سب اللہ کے حکم سے کیا ہے۔ یہ ہے ان واقعات کی اصل حکمت اور حقیقت جس کو نہ جاننے کی وجہ سے تم صبر و ضبط سے کام نہ لے سکے۔ وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ای عن رَاْیِیْ وَ اجتہادی (روح ج ۱۶ ص ۱۴) یہ تیسرے شبہے کا اصل جواب ہے۔

نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

تو ہم مقرر کر دیں تیرے واسطے کچھ محصول اس شرط پر کہ بنا دے تو ہم میں اور ان میں

سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ

ایک آڑ ف ١ بولا جو مقدور دیا مجھ کو ۵۱ میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ

محنت میں بنا دوں تمہارے ان کے بیچ میں ایک دیوار موٹی ف ٢ لا دو مجھ کو تختے ۵۲

الْحَدِيْدِ ۭ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ

لوہے کے یہاں تک کہ جب برابر کر دیا دونوں پھانکوں تک پہاڑ کی کہا

انْفُخُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ

دھونکو یہاں تک کہ جب کر دیا اس کو آگ کہا لاؤ میرے پاس کہ ڈالوں

عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ۭ فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا

اس پر پگھلا ہوا تانبا ف ٣ پھر نہ چڑھ سکیں اس پر ۵۳ اور نہ

اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ

کر سکیں اس میں سوراخ ف ٤ بولا یہ ایک مہربانی ہے میرے رب کی

فَاِذَا جَاۗءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّاۗءَ ۚ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ

پھر جب آئے وعدہ میرے رب کا ف ١ گرا دے اس کو ڈھا کر اور ہے وعدہ میرے رب کا

حَقًّا ﴿٩٨﴾ۭ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ

سچا ف ٥ اور چھوڑ دینگے ہم خلق کو ۵۴ اس دن ایک دوسرے میں گھستے

وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿٩٩﴾ۙ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ

اور پھونک ماریں گے ۵۵ صور میں پھر جمع کر لائینگے ہم ان کو ف ٦ اور دکھلا دینگے ہم دوزخ

يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿١٠٠﴾ۙ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ

اس دن کافروں کو سامنے جن کی آنکھوں پر ۵۶

ر ١ تخویف اخروی ١٣

موضح قرآن

ف ١ یعنی آپس میں باچھ ڈال کر کچھ مال جمع کر دیں اس کو دیکھا بادشاہ صاحب فوج و اسباب و صاحب حکم جانا کہ اس سے یہ کام ہو سکے گا۔ یاجوج ماجوج عرب کی زبان میں نام ہے ایک قوم کا دو دادوں کی اولاد، ایک یاجوج ایک ماجوج نہیں معلوم کہ اس ملک میں ان کا نام کیا تھا ترکوں کے ملک سے لگتے تھے اور قوم میں ترکوں کے بھائی تھے۔ **ف ٢** یعنی مال میرے پاس بہت ہے مگر ہاتھ پاؤں سے ہمارے ساتھ تم بھی محنت کرو۔ **ف ٣** اول لوہے کے بڑے بڑے تختے بنائے ایک پر ایک دھرتا گیا کہ دو پہاڑوں کے برابر ملا دیا پھر تانبا پگھلا کر اس کے اوپر سے ڈالا وہ درزوں میں بیٹھ کر جم گیا۔ سب مل کر ایک پہاڑ سا ہو گیا۔ ہمارے پیغمبر پاس ایک شخص نے کہا میں سد تک گیا ہوں اور اس کو دیکھا ہے فرمایا اس کی طرح بیان کر۔ اس نے کہا جیسے چارخانہ کی لنگی فرمایا تو سچا ہے وہ لوہے کے تختے سیاہ لگتے ہیں اور درزوں میں لکیر تانبے کی سرخ۔ **ف ٤** ان میں ایسا بادشاہ صاحب عزم و صاحبِ حکومت اس کام پر لگا نہیں اور تھوڑے لوگوں سے ہو نہیں سکتا۔ **ف ٥** حضرت کے وقت میں روپے برابر سوراخ اس میں پڑ گیا اور حضرت عیسیٰ کے وقت ان کے نکلنے کا وعدہ ہے سب دنیا کو لڑائی سے عاجز کریں گے آسمان پر تیر چلا دیں گے وہ لہو بھرے آویں گے آخر حضرت عیسیٰ کی بددعا سے ایک بار سارے مر رہیں گے ذوالقرنین ایسی محکم دیوار پر بھی منتظر تھا کہ آخر یہ بھی فنا ہو گی، نہ جیسے وہ باغ والا اپنے باغ پر مغرور۔ **ف ٦** یعنی یہ قیامت کے دن ہو گا جو رب کا وعدہ ہے۔

فتح الرحمٰن **ف ١** یعنی نزدیک شود قیامت ١٢۔

شبہ رابعہ کا جواب

٤٧٤ یہ چوتھے شبہے کا جواب ہے، شبہ یہ تھا کہ ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے بڑی قدرت اور طاقت عطا فرمائی تھی جیسا کہ خود قرآن میں بھی فرمایا۔ اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الۡاَرۡضِ وَ اٰتَیۡنٰہُ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ سَبَبًا اس پر شبہ ہوتا تھا کہ ذوالقرنین متصرف فی الامور تھا تو اس کا جواب دیا کہ اس کو جو طاقت دی گئی تھی وہ صرف ظاہری اسباب کے تحت تھی اور وہ بھی بقدر ضرورت، لیکن مافوق الاسباب امور میں سے وہ کسی چیز پر قادر نہیں تھا اور اسبابِ ظاہری کے اعتبار سے بھی ہر طرف سے عاجز آگیا۔ مشرق میں بوجہ گرمی اور مغرب میں دلدل کی وجہ سے اور شمال میں یاجوج ماجوج کی وجہ سے۔ یَسۡـَٔلُوۡنَكَ وہ آپؐ سے سوال کرتے ہیں بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین کے بارے میں بھی آپؐ سے سوال کیا گیا تھا جس کے جواب میں یہ آیتیں نازل ہوئیں[1] اور اگر واقعہ میں سوال نہیں ہوا تو مطلب یہ ہوگا وَ اِنۡ یَسۡـَٔلُوۡكَ یعنی اگر وہ آپؐ سے ذوالقرنین کے بارے میں سوال کریں تو آپؐ اس کا یہ جواب دیں[2]۔ ٤٧٥ ہم نے اس کو زمین میں قدرت اور طاقت دی اور اسے سلطنت عطا فرمائی مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ سَبَبًا یہاں کُلِّ استغراقِ حقیقی کے لئے نہیں بلکہ استغراقِ اضافی کے لئے ہے اور اس سے صرف وہ ملکی مہمات اور مقاصد مراد ہیں جن کو سر کرنے کا ذوالقرنین نے ارادہ کیا تھا اور وہ امور جن کی ملکی اصلاح کے سلسلے میں اس کو ضرورت تھی من کل شیٍٔ سببًا ارادہ من مہمات ملکہ ومقاصدہ المتعلقۃ بسلطانہ (روح ج ١٦ ص ٣١) وَالمراد بہ اٰتینٰہ من کُلّ شیٍٔ یحتاج الیہ فی اصلاح ملکہ سببًا (کبیر ج ٥ ص ٥٣٧) اور اسباب سے اسبابِ عادیہ مراد ہیں والمراد بذلک الاسباب العادیۃ (روح) تو اس سے معلوم ہوگیا کہ ذوالقرنین کو نہ کلی طور پر اختیار و تصرف حاصل تھا اور نہ اسے مافوق الاسباب امور پر قدرت و طاقت حاصل تھی۔ ٤٧٦ یہ ذوالقرنین کی مغربی مہم کا ذکر ہے۔ وہ مغرب کی جانب اس قدر دور نکل گیا کہ اب مزید آگے بڑھنے سے دلدل کے ایک طویل و عریض سمندر نے اسے روک دیا اور جانبِ مغرب میں گویا وہ زمین کے منتہیٰ پر پہنچ گیا کیونکہ اس دلدل کو عبور کرکے آگے نکلنا ناممکن تھا جب سورج غروب ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ وہ دلدل میں چھپ رہا ہے، حَمِئَۃٍ۔ ای ذات حماۃ۔ حماۃ کے معنی کیچڑ کے ہیں عَیۡنٍ حَمِئَۃٍ یعنی کیچڑ والا چشمہ مراد دلدل ہے، ایک قوم اس دلدلی سمندر کے کنارے

[1] تحریف خروی
[2] بشارت ترمذی ١٢

فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ وَ کَانُوۡا لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ
پردہ پڑا تھا میری یاد سے اور نہ سن سکتے تھے
سَمۡعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا
ف۱ اب کیا سمجھتے ہیں ف۲ منکر کہ ٹھہرائیں
عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَہَنَّمَ
میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی ہم نے تیار کیا ہے دوزخ کو
لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلۡ ہَلۡ نُنَبِّئُکُمۡ بِالۡاَخۡسَرِیۡنَ
کافروں کی مہمانی تو کہہ ہم بتائیں تم کو کن کا کیا ہوا گیا بہت اکارت
اَعۡمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِیۡنَ ضَلَّ سَعۡیُہُمۡ فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا
ف۲ وہ لوگ جن کی کوشش بھٹکتی رہی دنیا کی زندگی میں
وَ ہُمۡ یَحۡسَبُوۡنَ اَنَّہُمۡ یُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓئِکَ
اور وہ سمجھتے رہے کہ خوب بناتے ہیں کام ف۲ وہی ہیں
الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمۡ وَ لِقَآئِہٖ فَحَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ
جو منکر ہوئے اپنے رب کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے سو برباد گیا انکا کیا ہوا
فَلَا نُقِیۡمُ لَہُمۡ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ وَزۡنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِکَ جَزَآؤُہُمۡ
پھر نہ کھڑی کرینگے ہم ان کے واسطے قیامت کے دن تول ف۱ ف۳ یہ بدلہ ان کا ہے
جَہَنَّمُ بِمَا کَفَرُوۡا وَ اتَّخَذُوۡۤا اٰیٰتِیۡ وَ رُسُلِیۡ ہُزُوًا ﴿۱۰۶﴾
دوزخ اس پر کہ منکر ہوئے اور ٹھہرایا میری باتوں اور میرے رسولوں کو ٹھٹھا
اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتۡ لَہُمۡ
جو لوگ ف۴ کہ ایمان لائے ہیں اور کئے ہیں بھلے کام ان کے واسطے ہے
جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا لَا یَبۡغُوۡنَ
ٹھنڈی چھاؤں کے باغ مہمانی رہا کریں ان میں نہ چاہیں

ع ١١ / ٢

موضح قرآن ف۱ یعنی اپنی عقل کی آنکھ نہ تھی کہ قدرتیں دیکھ کر یقین لا دیں اور کسی کی بات نہ سنتے ضد سے کہ سمجھائے سمجھیں۔ ف۲ یعنی جو دوڑ کی واسطے دنیا کے اور آخرت ویران رکھی۔ ف۳ وہ آخرت کو مانتے نہ تھے تو اس کے واسطے کچھ کام نہ کیا، پھر ایک پلہ کیا تولئے۔

فتح الرحمن ف۱ یعنی و این کنایت است از خواری و بیقدری ١٢۔

عَنۡهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلۡ لَّوۡ كَانَ الۡبَحۡرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ

وہاں سے جگہ بدلنی ۔ تو کہہ اگر دریا ف٩ سیاہی ہو کہ لکھے میرے

رَبِّیۡ لَنَفِدَ الۡبَحۡرُ قَبۡلَ اَنۡ تَنۡفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیۡ وَلَوۡ

رب کی باتیں بیشک دریا خرچ ہو چکے ابھی نہ پوری ہوں میرے رب کی باتیں اور اگر چہ

جِئۡنَا بِمِثۡلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ

دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی اس کی مدد کو ۔ تو کہہ میں بھی ایک آدمی ہوں ف١٠ جیسے تم

یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ

حکم آتا ہے مجھ کو کہ معبود تمہارا ف١١ ایک معبود ہے ۔ سو پھر جس کو

یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِكۡ

امید ہو ملنے کی اپنے رب سے سو وہ کرے کچھ کام نیک اور شریک نہ کرے

بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴿١١٠﴾ ع ١٢/٩/٣

اپنے رب کی بندگی میں کسی کو

سُوۡرَةُ مَرۡيَمَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ ثَمَانٌ وَّتِسۡعُوۡنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوۡعَاتٍ

سورۂ مریم ف١ مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ف٢ شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿١﴾ ذِكۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿٢﴾

ف٣ یہ مذکور ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندہ زکریا پر ف٤

اِذۡ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا ﴿٣﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ وَهَنَ

جب پکارا اس نے اپنے رب کو چھپی آواز سے ف بولا اے میرے رب ف٥ بوڑھی ہو گئیں

الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ وَاشۡتَعَلَ الرَّاۡسُ شَیۡبًا وَّلَمۡ اَكُنۡۢ

میری ہڈیاں اور شعلہ نکلا سر سے بڑھاپے کا اور تجھ سے مانگ کر

آباد تھی۔ ٧٧ھ ذوالقرنین کی نبوت کے بارے میں اختلاف ہے، بعض نے کہا ہے کہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ایک بادشاہ اور نبی تھے اور بعض کا قول ہے کہ وہ ولی تھے۔ پہلی صورت میں یہ خطاب بذریعہ وحی ہے اور دوسری صورت میں بذریعہ الہام۔ مَنۡ ظَلَمَ جس نے میری دعوت قبول نہ کی اور شرک پر اڑا رہا۔ لم یقبل دعوتی و اصر علی ما کان علیہ من الظلم العظیم الذی ھو الشرک (روح ج ١٦ ص ٣٤) ٧٨ھ یہ مشرقی مہم کا بیان ہے جب ذوالقرنین منتہائے مشرق میں پہنچ گیا جس سے آگے جانا ممکن نہ تھا، وہاں اس نے ایک ایسی قوم دیکھی جو تہذیب و تمدن سے کوسوں دور تھی اور انہیں لباس پہننے اور مکان بنانے کا دستور نہ تھا۔ سردی اور گرمی سے بچنے کے لئے غاروں میں پناہ لیتے ہوں گے وَقَدۡ اَحَطۡنَا الخ ذوالقرنین کے پاس جو لشکر اور سازو سامان اور آلات جنگ تھے، ہمارا علم ان تمام چیزوں پر حاوی ہے، یہ سب کچھ ہم نے اسے دیا تھا، جو کچھ ہم نے اس کو دیا اس کے پاس صرف وہی کچھ تھا اور اسی میں وہ متصرف تھا اس کے علاوہ اسے کوئی تصرف یا قدرت حاصل نہ تھی۔ ٧٩ھ یہ ذوالقرنین کی تیسری مہم کا بیان ہے، اس کے متعلق عام مفسرین کی رائے یہی ہے کہ یہ سفر شمال کی جانب تھا۔ اَلسَّدَّیۡنِ (دو دیواروں) سے مراد وہ دو پہاڑ ہیں جن کے درمیان درّہ تھا اور جس سے یاجوج ماجوج بیرونی علاقے میں آکر فساد کرتے تھے۔ مِنۡ دُوۡنِهِمَا ان دونوں پہاڑوں سے ورے ایک قوم آباد تھی جن کی زبان بالکل علیحدہ تھی۔ وہ ذوالقرنین کی کوئی بات سمجھ نہیں سکتے تھے۔ نہ ذوالقرنین ان کی زبان سے آشنا تھے۔ قال ابن عباس لا یفقھون کلام احد ولا یفقھہ الناس کلامھم (خازن ج ۴ ص ۱۸۰) ٨٠ھ یہ گفتگو ترجمان کے ذریعہ ہوئی۔ ان لوگوں نے ذوالقرنین سے یاجوج ماجوج کی شکایت کی کہ یہ ان پہاڑوں کی دوسری جانب رہتے ہیں اور اس درے سے اس طرف نکل آتے ہیں اور فساد مچاتے ہیں، قتل و غارت گری کرتے ہیں اور سرسبز و شاداب کھیتوں اور باغوں کو تباہ و برباد کر جاتے ہیں۔ ہم ساری قوم سے چندہ لے کر ایک کثیر رقم جمع کر کے آپ کے حوالے کرتے ہیں۔ آپ ایک مضبوط آہنی دیوار بنا کر اس درے کو بند کر دیں تاکہ یہ فسادی قوم اس طرف آنے نہ پائے خَرۡجًا ای جعلاً من اموالنا (روح ج ١٦ ص ٣٩) ٨١ھ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ مجھے دولت کی ضرورت نہیں جو دولت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے، وہی کافی ہے تم لوگ صرف قوتِ بازو اور کام سے میری مدد کرو، میں اپنے خرچ سے ایک مضبوط دیوار بنا دوں گا۔ رَدۡمًا بہت بڑی اور مضبوط دیوار ای حاجزا حصینا و حجابا متینا (روح ج ١٦ ص ٤٠) بعض لوگ کہتے ہیں۔ اس سے دیوار چین مراد ہے۔ جو بارہ کوس لمبی ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں۔ ٨٢ھ زُبَرَ، زُبۡرَةٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد لوہے کے ٹکڑے ہیں۔ الصدفین، الصدف کا تثنیہ ہے۔ جس سے مراد پہاڑ کی ایک جانب ہے۔ یعنی جب دونوں پہاڑوں کی درمیانی فضا میں تعمیر شدہ دوہری دیوار دونوں پہاڑوں کی چوٹیوں کے برابر ہو گئی۔ قَالَ انۡفُخُوۡا تو ذوالقرنین نے کہا کہ اب لوہا پگھلاؤ۔ جب وہ لوہا پگھل گیا۔ تو اس میں تانبہ شامل کر دیا۔ قِطۡرًا یعنی تانبہ۔ ٨٣ھ جب لوہے اور تانبے سے دونوں دیواروں کا درمیانی حصہ پُر کر دیا گیا۔

موضح قرآن ف یعنی دل میں دعا کی یا پکارا ہوا کیلے مکان میں چھپی پکار اس واسطے کہ بوڑھی عمر میں بیٹا مانگتے تھے اگر نہ ملے تو لوگ ہنسیں۔

تو ذوالقرنین نے کہا۔ کہ یہ دیوار اس قدر مضبوط ہو گئی ہے۔ کہ اب یاجوج ماجوج نہ تو اس کو پھاند سکتے ہیں اور نہ اس میں سوراخ کر کے تمہارے علاقے میں داخل ہو سکیں گے۔ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ الخ لیکن جب میرے پروردگار کے وعدے کے مطابق قیامت آ گئی۔ تو پہاڑوں کی طرح یہ دیوار بھی ریزہ ریزہ کر دی جائے گی یاجوج ماجوج کے بارے میں مفسرین اور مؤرخین نے مختلف باتیں لکھی ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یاجوج ماجوج چند ایسے قبائل کا مجموعہ ہے جو جسمانی اور معاشرتی لحاظ سے عجیب وغریب زندگی کے حامل تھے۔ مثلاً بالشت ڈیڑھ بالشت یا زیادہ سے زیادہ ایک ذراع کے قد رکھتے تھے اور بعض غیر معمولی طور پر طویل القامت تھے اور ان کے دونوں کان اتنے بڑے تھے کہ ایک بچھونے کا اور دوسرا اوڑھنے کا کام دے سکتا تھا۔ بعض نے ان کو ایک برزخی مخلوق قرار دیا ہے۔ یعنی وہ حضرت آدم علیہ السلام کے نطفے سے تو ہیں لیکن حضرت حوار کے بطن سے نہیں ہیں۔ لیکن محققین کے نزدیک یہ دونوں باتیں درست نہیں ہیں۔ چنانچہ مؤرخ ابنِ کثیر فرماتے ہیں۔ ھو قولٌ حکاہ الشیخ ابوزکریا النووی فی شرح مسلم وغیرہ ضعفوہ وھو جدیر بذلک، اذ لا دلیل علیہ بل ھو مخالف لما ذکرناہ من ان جمیع الناس الیوم ذریۃ نوحؑ بنص القرآن (البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص۱۱۱)۔

اس لئے صحیح وہی ہے جو محققین نے لکھا ہے کہ یاجوج ماجوج، یافث بن نوح کی اولاد ہیں۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں ویاجوج وماجوج قبیلتان من ولد یافث بن نوح الخ (فتح الباری ج ۶ ص۲۹۷) اسی طرح علامہ آلوسی نے وہب بن منبہ اور دیگر ائمہ سے نقل کیا ہے۔ ان یاجوج وماجوج قبیلتان من ولد یافث بن نوح علیہ السلام وبہ جزم وَہب بن منبہ وغیرہ واعتمدہ کثیر من المتاخرین (روح المعانی ج ۱۶ ص۳۶)۔

منگولین (تاتاری) قبائل یاجوج ماجوج کی اولاد ہیں اور انہی میں سے بعض قبائل کے سامنے ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی جس کا یہاں ذکر کیا گیا ہے۔ حاصل یہ کہ یاجوج ماجوج دنیا کی عام انسانی آبادی کی طرح حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں اور یاجوج ماجوج منگولیا (تاتار) کے ان وحشی قبائل کو کہا جاتا رہا ہے جو یورپ اور روس کی قوم کے منبع ومنشا ہیں۔ یہ وحشی قبائل کاکیشیا کے انتہائی علاقوں میں رہتے تھے اور قفقاز کے پہاڑوں میں درۂ داریال سے نکل کر میدانی علاقوں میں بسنے والے لوگوں پر لوٹ مار مچاتے تھے۔ اسی درۂ داریال کے درمیان ذوالقرنین نے دیوار بنائی تھی تاکہ یاجوج ماجوج کے وحشی وہاں سے گذر کر پہاڑوں کے اس طرف نہ آسکیں۔ یہ دیوار شمال میں بحر خزر کے کنارے واقع ہے۔ **۸۴** یہ تخویف اخروی ہے۔ مشرکین کے چاروں شبہات کا جواب دینے کے بعد ان مشرکین کے لئے تخویف اخروی کا ذکر کیا گیا۔ جنہوں نے دنیا میں اللہ کے ذکر اور اس کی توحید سے آنکھیں بند کر لیں۔ اور اللہ کی توحید سننے کے لئے بھی تیار نہ تھے۔ بعض مفسرین نے اس آیت کو یاجوج ماجوج سے متعلق کیا ہے۔ لیکن صحیح وہی ہے، جو محققین نے بیان کیا ہے۔ کہ بعضہم کی ضمیر سے لوگ مراد ہیں اور یموج، مَوْجٌ سے ہے اور اس سے بے چینی اور اضطراب مراد ہے، یعنی جب دوسری بار صور پھونکا جائے گا۔ تو لوگ قبروں سے گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوں گے اور شدتِ ہول کی وجہ سے بے چین ومضطرب ہوں گے۔ والموج مجاز عن الاضطراب ای یضطربون اضطراب البحر یختلط انسہم وجنہم من شدۃ الہول (روح ج ۱۶ ص۴۳) وَتَرَكْنَا وجعلنا بَعْضَهُمْ بعض الخلق يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ یختلط فِيْ بَعْضٍ ای یضطربون ویختلطون انسہم وجنہم حیاریٰ (مدارک ج ۳ ص۲۱) **۸۵** اس سے نفخہ ثانیہ مراد ہے۔ کیونکہ اس کا مابعد اس پر دلالت کرتا ہے۔ الظاھر ان المراد النفخۃ الثانیۃ لانہ المناسب لما بعد (روح ج ۱۶ ص۶۶) **۸۶** یہ مشرکین کے اللہ کی توحید سے شدت اعراض سے کنایہ ہے۔ والمراد منہ شدۃ انصرافہم عن قبول الحق (کبیر ج ۵ ص۵۵۰) **۸۷** یہ تخویف اخروی ہے۔ یہاں سے آخر تک مذکورہ بالا چاروں شبہات پر متفرع ہے۔ اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ یہ شبہہ اولیٰ کے جواب پر متفرع ہے۔ بالذات، اور شبہۂ ثانیہ کے جواب پر بالتبع بطور لف ونشر مرتب یعنی اللہ کے نیک بندے اور اولیاء اللہ متصرف وکارساز نہیں ہیں۔ تو شیاطین میں بطریقِ اولیٰ یہ صلاحیت نہیں ہے۔ **۸۸** یہ مشرکین کے انجام بد اور حال مشر کا بیان ہے۔ کہ آخرت میں وہ سب سے زیادہ خسارہ اور نقصان میں ہوں گے۔ ان کے تمام اعمال برباد اور رائیگاں ہیں۔ دنیا میں وہ مشرکانہ اعمال بجا لاتے ہیں۔ غیر اللہ کو متصرف وکارساز سمجھ کر غائبانہ حاجات میں پکارتے اور ان کے نام کی نذریں نیازیں دیتے ہیں۔ اور ان تمام اعمال وافعال کو عین کار ہائے ثواب اور اعمالِ صالحہ سمجھتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الخ یہ لوگ چونکہ اللہ تعالیٰ کی آیات توحید اور قیامت کے منکر ہیں۔ اس لئے ان تمام اعمال ضائع اور بے فائدہ ہیں۔ اور آخرت میں ان کے اعمال کو تولا تک نہیں جائے گا۔ کیونکہ وزن سے نیکیوں اور برائیوں کا اندازہ کرنا مقصود ہو گا۔ اور مشرکین کے پلّے نیکی تو سرے سے ہے ہی نہیں۔ ان کی تمام عبادتیں، ان کی نمازیں، روزے اور حج اور دیگر اعمال صالحہ تو شرک کی وجہ سے دنیا ہی میں ضائع ہو چکے ہیں۔ لان المیزان انما یوضع لاھل الحسنات والسیّات من الموحدین لتمییز مقدار الطاعات ومقدار السیّات (کبیر ج ۵ ص۵۶۷) **۸۹** یہ بشارت اُخروی ہے۔ یعنی جو لوگ اللہ کی توحید پر ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور شرک سے بچے ان کے لئے جنت الفردوس ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ **۹۰** یہ شبہۂ ثالثہ کے جواب پر بالذات اور شبہۂ رابعہ کے جواب پر بالتبع متفرع ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے وسعتِ معلومات کا ذکر کیا گیا ہے۔ کلمات سے اللہ تعالیٰ کے معلومات اور اس کی حکمت مراد ہے قالہ قتادۃ (روح) یعنی اللہ تعالیٰ کے معلومات کو لکھنے کے لئے اگر دنیا کے تمام سمندر سیاہی بن جائیں۔ تو وہ بھی ختم ہو جائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی حکمت کا احاطہ نہیں ہو سکے گا۔ جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ غیب دان صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو صرف اتنا ہی معلوم ہے۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے ان کو بتا دیا۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کو بتایا۔ اسی طرح اولیاء اللہ کو بھی صرف اتنا ہی علم ہے۔ جتنا ان کو عطا کیا گیا۔ جیسا کہ ذوالقرنین کو۔ تو جب انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب داں اور حاضر وناظر نہیں۔ تو متصرف وکارساز بھی نہیں ہو سکتے۔ **۹۱** یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کرایا۔ کہ میں غیب دان اور کارساز نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے اعلیٰ ترین رتبۂ نبوت پر سرفراز فرمایا ہے اور میرے پاس اللہ کی وحی آتی ہے۔ یہ اعلان اس لئے کرایا۔ کہ کہیں لوگ آپ کو غیب داں اور خدا کا شریک نہ سمجھ بیٹھیں۔ **۹۲** آخر میں مسئلہ توحید کا ذکر فرما دیا۔ جس کے بارے میں شبہات کا جواب دیا گیا۔ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا الخ جو شخص مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے اور اللہ تعالیٰ کے لقا کی توقع رکھتا ہے۔ اسے تو چاہیئے۔ کہ وہ نیک اعمال بجا لائے اور اپنے رب

کی عبادت اور پکار میں کسی قسم کا شرک نہ کرے نہ جلی جیسا کہ مشرکین کیا کرتے تھے۔ اور اصحاب کہف، فرشتوں، جنوں اور پیغمبروں کو متصرف وکارساز سمجھ کر پکارتے اور ان کی ناموں کی نذریں منتیں دیتے تھے۔ اور نہ خفی یعنی ریاکاری سے اپنے اعمال کو بچائے اور محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر کام کرے۔

سورۂ کہف میں آیاتِ توحید اور اسکی خصوصیات

۱ - اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ ــــ تا ــــ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا تمام صفاتِ کارسازی کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور وہی متصرف وکارساز ہے اور اس کا کوئی نائب نہیں۔

۲ - وَرَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا ــــ تا ــــ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (ع۲) نفی تصرف از اولیاء اللہ (اصحاب کہف)

۳ - وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا ــــ تا ــــ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (ع۳) نفی علم غیب از اصحاب کہف۔

۴ - وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا الآیۃ (ع۴) نفی تصرف واختیار از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵ - قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ــــ تا ــــ وَلَا يُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا (ع۴) نفی علم غیب از غیر اللہ۔

۶ - وَاتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَيْكَ ــــ تا ــــ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا نفی شرک فی التصرف۔

۷ - لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ ــــ تا ــــ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (ع۵) نفی شرک فی التصرف۔

۸ - هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ (ع۵) نفی شرک فی التصرف۔

۹ - اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ ــــ تا ــــ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا (ع۷) نفی شرک اعتقادی و نفی نائب برائے خدا تعالیٰ۔

۱۰ - نَسِيَا حُوْتَهُمَا ــــ تا ــــ فَاِنِّیْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ (ع۹) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی سے علم غیب کی نفی اور ان کی احتیاج کا اثبات۔

۱۱ - قَالَ لَهٗ مُوْسٰی هَلْ اَتَّبِعُكَ ــــ تا ــــ مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (ع۹) نفی علم غیب از موسیٰ علیہ السلام۔

۱۲ - قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِيْتُ ــــ تا ــــ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا (ع۱۰) نفی علم غیب از حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

۱۳ - وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ۔ نفی تصرف اختیار از خضر علیہ السلام

۱۴ - اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِی الْاَرْضِ (ع۱۱) ذوالقرنین کو مافوق الاسباب قدرت حاصل نہ تھی ہم نے ظاہری اسباب مہیا کر دیئے تھے۔

۱۵ - اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِيَآءَ۔ نفی شرک فی التصرف۔

۱۶ - قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ۔ الآیۃ۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے اس کا علم لامحدود ہے۔

۱۷ - قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓی اِلَیَّ الآیۃ۔ نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۹ سورۂ مریم

ربط :۔ سورہ کہف میں مشرکین کے چار شبہات کا ازالہ کیا گیا۔ جو شبہات باقی رہ گئے تھے۔ ان کا جواب سورہ مریم میں دیا گیا ہے۔ گویا سورۂ مریم سورۂ کہف کے لئے بمنزلہ تتمہ ہے۔
خلاصہ :۔ سورہ مریم مضمون کے اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ابتدائے سورت سے لے کر رکوع ۴ کے آخر هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا تک ہے۔ دوسرا حصہ رکوع ۵ کی ابتدا وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ سے لے کر سورۃ کے آخر تک ہے۔

پہلا حصہ

پہلے حصے میں مشرکین کے شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔ کچھ شبہات انبیاء علیہم السلام سے متعلق ہیں۔ ایک شبہہ حضرت مریم صدیقہ کے بارے میں۔ اور ایک فرشتوں کے بارے میں ہے۔
پہلا شبہہ حضرت زکریا علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ یہودی ان کو متصرف جان کر پکارتے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ ان کی آخری عمر میں خارق عادت کے طور پر ان کے یہاں بیٹے کا پیدا ہونا، اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ اللہ سے جو چاہیں کرا سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان کی بات کو رد نہیں کر سکتا۔ پہلے رکوع میں اس کا جواب دیا۔ کہ امر خارق عادت اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا تھا۔ اور زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فرزند عطا کرنے کی درخواست کی تھی۔ دوسرا شبہہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے بارے میں تھا۔ عیسائیوں کا خیال تھا کہ حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھل آتے تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے، کوڑھیوں اور مادرزاد اندھوں کو چنگا کر دیتے تھے اور مٹی کے جانوروں میں جان ڈال دیتے تھے۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران رکوع ۴ و ۵ میں گذر چکا ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ دونوں مافوق البشر طاقت اور قدرت کے مالک تھے، اس لئے ان کو پکارنا چاہئے۔ دوسرے رکوع میں اس شبہہ کا جواب دیا گیا۔ کہ حضرت مریم صدیقہ تو خود اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کر رہی ہیں اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی صاف اعلان کر رہے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تم سب کا معبود ہے۔ تیسرا شبہہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں تھا۔ یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب ان کو کارساز سمجھ کر پکارتے تھے۔ تیسرے رکوع میں اس کا جواب دیا گیا کہ وہ خود معبودانِ باطلہ سے بیزار تھے اور انہوں نے ان کے خلاف آواز اٹھائی تھی کہ وہ کچھ نہیں کر سکتے اس لئے ان کو حاجات میں غائبانہ مت پکارو۔ ان کے علاوہ تین پیغمبروں (حضرت موسیٰ، حضرت اسمٰعیل اور حضرت ادریس علیہم السلام) کا مختصر ذکر کیا گیا، ان تینوں کو بھی پکارا گیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وَنَادَيْنٰهُ الخ موسیٰ علیہ السلام کو ہم ہی نے نبوت عطا کی اور ہارون علیہ السلام کو ان کا معاون بنایا ہر چیز ہم نے ان کو دی اس لئے وہ بھی کارساز نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام بھی ہمارے بڑے فرمانبردار بندے تھے خود بھی ہماری عبادت کرتے تھے اور گھر والوں کو بھی خدائے واحد کی عبادت کا حکم دیتے تھے اس لئے وہ بھی پکارے کے لائق نہیں اسی طرح ادریس علیہ السلام کو بھی ہم ہی نے درجاتِ عالیہ عطا فرمائے تھے اس لئے وہ بھی کارساز نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد ان تمام انبیاء علیہم السلام کے بارے میں فرمایا وہ سب اللہ کی مخلوق اور اپنے آباء و اجداد کی اولاد تھے اور محتاج تھے اس لئے وہ کارساز اور متصرف نہیں ہو سکتے۔ فرشتوں کے بارے میں یہ شبہہ تھا کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے قریب رہتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض اختیارات ان کو دے رکھے ہیں۔ مشرکین کہتے وہ اللہ کی بیٹیاں اور اس کے نائب ہیں۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ — تا — وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا (ع ۴) میں اس کا جواب دیا گیا کہ فرشتے تو خود اللہ تعالیٰ کے محکوم ہیں اور اقرار کر رہے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر زمین پر بھی نہیں اتر سکتے۔ اس لئے جو عاجز اور محکوم ہوں وہ کارساز نہیں ہو سکتے درمیان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر کے بعد فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ میں اور پھر انبیاء علیہم السلام کے ذکر کے بعد فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ الخ میں ایک سوالِ مقدر کا جواب دیا گیا ہے۔ سوال یہ تھا کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام خدا ہی کو پکارتے تھے۔ تو پھر ان کو متصرف جان کر کیوں پکارا گیا تو اس کا جواب دیا کہ ان کے بعد ناخلف لوگ، علماءِ سُوء اور پیرانِ سیاہ کار پیدا ہوئے جنہوں نے محض نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہوئے لوگوں کو گمراہ کیا۔ اور ان کو شرک کی تعلیم دی۔ اس حصے کے آخر میں رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ میں شبہات دور کرنے کے بعد بطورِ ثمرہ اصل دعویٰ کا ذکر کیا گیا کہ زمین و آسمان کا خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس کا کوئی ہمسر اور ہم صفت نہیں اس لئے حاجات میں صرف اسی کو پکارو۔

دوسرا حصہ

دوسرے حصہ میں شکوے، زجریں، تخویفیں اور بشارتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی مذکور ہے۔ اور سورت کے اختتام پر وہی مضمون دہرایا گیا ہے۔ جو سورۂ کہف کی ابتداء میں ذکر کیا گیا۔ وہاں فرمایا تھا۔ قرآن ان لوگوں کو ڈرسنانے کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ جو خداوند تعالیٰ کے لئے ولد یعنی نائب تجویز کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیارات اپنے برگزیدہ بندوں کو سونپ دیئے ہیں اور ان لوگوں کو خوشخبری سنانے کے لئے جو اللہ تعالیٰ پر خالص ایمان لاتے اور نیک کام کرتے ہیں۔ یہاں بھی وہی مضمون ذکر کیا گیا۔ البتہ پہلے گروہ کو قَوْمًا لُّدًّا (جھگڑالو لوگ) سے اور دوسرے فریق کو اَلْمُتَّقِيْنَ (اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور شرک سے بچنے والے) سے تعبیر فرمایا۔ اس حصے میں دو خصوصی باتیں مذکور ہیں اول۔ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً الخ (ع ۵) معبودانِ باطلہ کی عبادت سے مشرکین کا مقصود یہ تھا کہ وہ دنیا میں ان کی مدد و کارسازی کریں دوم۔ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ الخ (ع ۶) شفاعت قہری کی نفی یعنی یہ معبودانِ باطلہ مشرکین کی سفارش نہیں کر سکیں گے اور نہ ان کے کام آسکیں گے۔

حصّہ اول

ه۲ جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ یہ سورت مضامین کے اعتبار سے دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ سورت کی ابتدا سے لے کر رکوع ۴ کے آخر هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا تک ہے۔ اس حصے میں انبیاء علیہم السلام، اولیاء اللہ اور فرشتوں کے بارے میں مشرکین کے شبہات کا جواب دیا گیا۔ ه۳ حروف مقطعات متشابہات میں سے ہیں۔ اور انکی تاویل اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس کی مفصل تحقیق سورہ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص۱۸ حاشیہ ۲۔ ه۴ یہ پہلے شبہہ کا جواب ہے۔ اس پورے واقعہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کا عجز و احتیاج ظاہر ہوتا ہے۔ وہ بیٹے کے لئے انتہائی عجز و نیاز سے دعا کر رہے ہیں۔ اس لئے وہ متصرف و کارساز نہیں ہو سکتے۔ رَحْمَتُ مصدر اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے اور عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا مبدل منہ اور بدل مل کر اس کا مفعول ہے یہ مجموعہ مل کر ذِكْرُ کا مضاف الیہ ہے اور مرکب اضافی مبتدا محذوف هٰذا کی خبر ہے اور مطلب یہ ہے کہ وہ رحمت جو تیرے رب نے اپنے بندے زکریا علیہ السلام پر کی تھی۔ یہ اس کا ذکر ہے۔ نِدَآءً خَفِيًّا یعنی آہستہ اور چھپ کر یہ نَادٰى کا مفعول مطلق ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا اخفاء اور آہستگی سے کی۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے جہر و اخفاء برابر ہے۔ تو دعا میں اخفاء بہتر ہے جو ریا سے ابعد اور اخلاص سے اقرب ہے۔ رَاعٰى سنة اللّٰه فى اخفاء دعوته لان الجهر والاخفاء عند اللّٰه سيان فكان الاخفاء اولٰى لانه ابعد عن الرياء وادخل فى الاخلاص (كبير ج ۵ ص ۶۶۴) (کبیر ج ۵ ص ۶۶۵) ه۵ یہ ماقبل کا بیان ہے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا میں اپنی جسمانی کمزوریاں بیان کی ہیں اول یہ کہ ان کا بدن بالکل کمزور ہو چکا ہے۔ دوم یہ کہ بڑھاپے کی وجہ سے ان کے سر کے بال سفید ہو چکے ہیں۔ جو شخص اسقدر عاجز ہو۔ کہ ان کمزوریوں سے اپنے آپ کی حفاظت نہ کر سکے۔ وہ کسی طرح دوسروں کا کارساز نہیں ہو سکتا۔ ولم اکن بدعائك با سببیہ ہے اور مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے فاعل محذوف ہے اصل میں تھا بدعائى ایاك یعنی میں اس وجہ سے بدبخت نہیں ہوں۔ کہ صرف تجھ ایک ہی کو پکارتا ہوں۔ بدبخت وہ ہے جو تیرے سوا غیروں کو بھی پکارتا ہے۔ ه۶ موالی سے ان کی عصبات اور بنو العم مراد ہیں یہ لوگ بے دین تھے۔ اس لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے نیک فرزند کے لئے دعا کی تاکہ وہ ان کے بعد دعوتِ دین کے کام کو جاری رکھے۔ انما کان موالیه مهملین للدین فخاف بموته ان یضیع الدین فطلب ولیا یقوم بالدین بعده (قرطبی ج ۱۱ ص ۸۱) يَرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ یہاں وراثت سے وراثتِ علم نبوت مراد ہے نہ کہ وراثتِ مال کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے ورثہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ان کا ترکہ قومی ملکیت ہوتا ہے۔ ای یرثنی من حیث العلم والدین والنبوة فان الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام لا یورثون المال قال صلى الله عليه وسلم نحن معاشر الانبياء لا نورث ما تركناه صدقة (ابو السعود ج ۵ ص ۲۶۲)

بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴿٤﴾ وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ

اے رب میرے کبھی محروم نہیں رہا ف۱ اور میں ڈرتا ہوں ه۶ بھائی بندوں سے

وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ

اپنے پیچھے اور عورت میری بانجھ ہے سو بخش تو مجھ کو

لَّدُنْكَ وَلِيًّا ﴿٥﴾ يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ

اپنے پاس سے ایک کام اٹھانے والا ف۲ جو میری جگہ بیٹھے اور یعقوب کی اولاد کی

وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ﴿٦﴾ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ

اور کر اس کو اے رب من مانتا ف۳ اے زکریا ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں

بِغُلٰمِ ِۨاسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ﴿٧﴾

ایک لڑکے کی جس کا نام ہے یحییٰ نہیں کیا ہم نے پہلے اس نام کا کوئی

قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِىْ

بولا اے رب ه۷ کہاں سے ہوگا مجھ کو لڑکا اور میری عورت

عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ﴿٨﴾ قَالَ كَذٰلِكَ

بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہو گیا یہاں تک کہ اکڑ گیا ف۴ کہا یوں ہی ہوگا

قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ

فرما دیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور تجھ کو پیدا کیا میں نے پہلے سے

وَلَمْ تَكُ شَيْــًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّىْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ

اور نہ تھا تو کوئی چیز ف۵ بولا اے رب ٹھہرا دے میرے لئے ه۸ کوئی نشانی فرمایا

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ

تیری نشانی یہ کہ بات نہ کرے تو لوگوں سے تین رات تک صحیح تندرست پھر نکلا

عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا

اپنے لوگوں کے پاس ه۹ حجرہ سے تو اشارہ سے کہا ان کو کہ یاد کرو

موضح قرآن ف۱ ڈیگ بڑھاپے کی یعنی بال سفید۔ ف۲ بھائی بند راہ نیک نہ بگاڑیں یہ ڈر ہوگا۔ ف۳ اللہ نے ان کو قائم مقام ان کا اور اگلے پیغمبروں کا کر دیا۔ لیکن روبرو وہی قائم مقام ان کے پیچھے نہیں رہا۔ ف۴ انوکھی چیز مانگتے تعجب نہیں آیا جب سنا کہ ہوگا تب تعجب کیا۔ ف۵ یہ فرشتے نے کہا۔

بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ⑪ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ

صبح اور شام ۱ ف ۱ اے یحییٰ ۲ اٹھالے کتاب زور سے اور دیا ہم نے اسکو

الْحُكْمَ صَبِيًّا ⑫ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ

حکم کرنا لڑکپن ہیں ف ۲ اور شوق دیا اپنی طرف سے اور ستھرائی اور تھا

تَقِيًّا ⑬ وَّبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ⑭

پرہیزگار ف ۳ ۱۱ اور نیکی کرنے والا اپنے ماں باپ سے اور نہ تھا زبردست خودسر ف ۴

وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ

اور سلام ہے اس پر ۱۲ جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے اور جسدن اٹھ کھڑا ہو

حَيًّا ⑮ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ

ع ۱۵ ۴

زندہ ہوکر ف ۵ اور مذکور کر کتاب میں مریم کا ۱۳ جب جدا ہوئی ۱۴

مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ⑯ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ

اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان ہیں ف ۶ پھر پکڑ لیا ان سے ورے

حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا اس کے آگے آدمی

سَوِيًّا ⑰ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ

پورا ف ۷ بولی مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے اگر

كُنْتَ تَقِيًّا ⑱ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ

ہے تو ڈر رکھنے والا بولا میں تو ۱۵ بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ⑲ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ

کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا بولی کہاں سے ہوگا ۱۶ میرے

غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ⑳ قَالَ

لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں بدکار کبھی نہیں تھی بولا

اگر یہاں وراثت مال مراد ہوتی۔ جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں۔ تو پھر من آل یعقوب کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ آل یعقوب کے مال کے وارث اور بہت سے موجود تھے۔ اس لئے مطلب یہ ہے۔ کہ ایسا بیٹا عطا کر جو میرے اور آل یعقوب کے علوم نبوت کا وارث ہو۔ سَمِيًّا یعنی ہم نام یا ہم صفت اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کو خوشخبری دی۔ میں تمہیں ایک فرزند عطا کروں گا۔ جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہوا۔ یا ایسی خوبیوں والا کوئی نہیں گذرا۔ ۷ زکریا علیہ السلام کو جب بیٹے کی خوشخبری ملی۔ تو سخت متعجب ہوئے اور کہنے لگے۔ میرے لڑکا کس طرح پیدا ہوگا۔ حالانکہ میری بیوی بانجھ اور ناقابل اولاد ہے۔ اور میں خود بڑھاپے کی انتہا کو پہنچ چکا ہوں قَالَ كَذٰلِكَ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا۔ کہ اسی طرح ہی ہوگا۔ تم دونوں میاں بیوی کے انہی حالات میں تمہارے یہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ میرے لئے یہ بات بہت آسان ہے زکریا! تعجب کیوں کرتے ہو۔ ایک وقت تھا۔ کہ تم معدوم تھے۔ تو میں نے تجھے موجود کر دیا اب بھی ایسا ہی ہوگا۔ ۸ اب حضرت زکریا علیہ السلام نے درخواست کی۔ کوئی علامت مقرر کی جائے۔ جس سے ان کو بیوی کے امید سے ہونے کا پتہ چل جائے۔ تاکہ وہ اس نعمت کا زیادہ سے زیادہ شکر ادا کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جب تمہاری بیوی امید سے ہو جائے گی۔ تب تم تندرست اور چنگا بھلا ہونے کے باوجود تین دن بات نہیں کر سکو گے۔ سَوِيًّا تندرست۔ گونگا پن سے محفوظ سوی الخلق سليم الجوارح مابك شائبة بكم ولاخرس (ابوالسعود ج ۵ ص۲۶۷) اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت زکریا علیہ السلام غیب داں نہ تھے۔ ورنہ انہیں علامت مقرر کرانے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ اور جو غیب داں نہ ہو، وہ کارساز اور متصرف فی الامور نہیں ہو سکتا۔ ۹ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب قدرتِ خداوندی سے حمل قرار پا گیا۔ تو زکریا علیہ السلام سے قوتِ گویائی سلب ہو گئی۔ اور جب وہ اپنی محراب (عبادت گاہ) سے نکل کر لوگوں کے سامنے ہوئے۔ تو زبان سے کچھ بول نہ سکے۔ اس لئے ہاتھ کے اشارے سے انہیں فرمایا۔ کہ تم سب شکر نعمت کے طور پر صبح شام اللہ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہو۔ ولعله عليه السلام كان مامورا بان يسبح شكرا ويامر قومه (روح ج ۱۶ ص۷۱)۔ ۱۰ اس سے پہلے اندماج ہے کیونکہ یہ حکم تو ان کے پیدا ہونے کے بعد ہی دیا جا سکتا تھا۔ ای فلما ولد وبلغ سنا يومر مثله فيه قلنا يٰيحيٰی (روح) الکتاب میں الف لام عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد تورات ہے، کتاب کو قوت سے پکڑنے سے اس پر پورا پورا عمل کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا۔ الحکم سے حکمت یعنی دین کی سمجھ یا

موضح قرآن ف ۱ منہ سے بول نہ سکے نشان ہوا کہ وہ وقت آیا۔ ف ۲ یعنی کتاب لوگوں کو سکھانے لگا اپنے باپ کی جگہ زور سے یعنی باپ ضعیف تھے اور یہ جوان۔ ف ۳ ایک لڑکے نے ان کو بلایا کھیلنے کو کہا ہم اس واسطے نہیں بنے۔ ف ۴ یعنی آرزو کے لڑکے ایسے ہوتے ہیں وہ ویسا نہ تھا۔ ف ۵ اللہ اپنے بندے پر سلام کہے اس کے معنی یہ کہ اس پر کچھ پکڑ نہیں۔ ف ۶ یعنی غسل حیض کرنے کو یہی پہلا حیض تھا تیرہ برس کی عمر تھی یا پندرہ برس کی کنارے ہوئے ہیں شرم سے وہ مکان شرقی کو تھا اب نصاریٰ قبلہ کرتے ہیں شرق کو ف ۷ یعنی جوان خوش صورت۔

فتح الرحمٰن ف ۱ القصہ چوں یحییٰ متولد شد و دہ سالہ گشت ۱۲۔

عقل یا نبوت مراد ہے انہ الحکمۃ وھوا الفھم فی التورٰیۃ والفقہ فی الدین والثانی قول معمر انہ العقل والثالث انہ النبوۃ وذٰلک لان اللہ تعالٰی بعث یحیٰی وعیسٰی علیھما السلام وھما صبیان لا کما بعث موسٰی ومحمدًا علیھما السلام بالاشد ۔ وقد بلغا الاشد کبیر باختصار ج ۵ ص ۔ حَنَانًا یہ الحُکم پر معطوف ہے۔ یعنی رحمت وشفقت وَ زَکٰوۃً یہ بھی الحکم پر معطوف ہے۔ اور اس سے برکت یا طہارت اخلاق مراد ہے مطلب یہ کہ ہم نے بچپن ہی میں اس کو دین کی سمجھ یا دانائی یا نبوت عطا کر دی۔ اور اسے شفیق ومہربان اور مبارک بنایا۔ **۱۱ھ** گناہوں سے بالکلیہ اجتناب کرنے والے حدیث میں ہے کہ حضرت یحیٰی علیہ السلام نے اپنی زندگی بھر میں کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور

كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً

یوں ہی ہے فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں

لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾

لوگوں کے لئے نشانی اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا ف

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾ فَاَجَآءَهَا

پھر پیٹ میں لیا اس کو ۱۲ھ پھر یکسو ہوئی اس کو لے کر ایک بعید مکان میں ف۲ پھر لے آیا اس کو

الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ

دردِ زہ ایک کھجور کی جڑ میں بولی کسی طرح میں مر چکتی

قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ

اس سے پہلے اور ہو جاتی بھولی بسری پس آواز دی اس کو ۱۸ھ

تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾

اس کے نیچے سے کہ غمگین نہ ہو کر دیا تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ ف۳

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا

اور ہلا اپنی طرف کھجور کی جڑ اس سے گریں گی تجھ پر ۱۹ھ پکی

جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ

کھجوریں اب کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو دیکھے

مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ

کوئی آدمی تو کہیو میں نے مانا ہے رحمٰن کا

صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ فَاَتَتْ بِهٖ

روزہ سو بات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے ف۴ پھر لائی اس کو ۲۰ھ

قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـــًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾

اپنے لوگوں کے پاس گود میں وہ اس کو کہنے لگے اے مریم تو نے کی یہ چیز طوفان کی

نہ گناہ کرنے کا ارادہ ہی کیا۔ وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ ماں باپ دونوں پر احسان کرنے والا۔ حضرت یحیٰی علیہ السلام کے چونکہ ماں باپ دونوں تھے۔ اس لئے دونوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ **۱۲ھ** سلام سلامتی اور امان۔ یحیٰی علیہ السلام کو اللہ تعالٰی نے ولادت کے وقت مسِ شیطان سے، موت کے وقت وحشت موت سے اور آخرت میں ہول قیامت سے محفوظ رکھا۔ ابن عطیہ کہتے ہیں کہ سلام سے مراد تحیہ متعارفہ ہے۔ یعنی ان تینوں حالتوں میں تشریف وتکریم کے طور پر اللہ تعالٰی ان پر تحیہ نازل فرمائے گا۔ یہاں تین مختلف حالتیں بیان کی گئی ہیں۔ ولادت اس وقت سے جو زندگی شروع ہوتی ہے۔ اسے دنیوی زندگی کہتے ہیں۔ موت اس پر دنیوی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور برزخی زندگی کا دور شروع ہو جاتا ہے۔ بعث بعد الموت اس پر برزخی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور اُخروی زندگی کا آغاز ہوتا ہے **۱۳ھ** یہ حضرت مریم صدیقہ اور حضرت مسیح علیہما السلام کے بارے میں پیدا ہونے والے شبہ کا جواب ہے۔ حضرت مریم کے پاس بے موسم کے پھلوں کا موجود ہونا شبہہ میں ڈالتا تھا کہ شاید یہ خارق عادت امور ان کے قبضہ قدرت میں تھا۔ اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام سے خارق عادت امور کا ظاہر ہونا، جن کا ذکر سورۂ آل عمران ع ۵ میں کیا گیا ہے۔ شبہہ میں ڈالتا تھا کہ شاید وہ بھی متصرف و مختار ہوں۔ نیز انجیل میں ان کے لئے لفظ ابن اللہ کا وارد ہونا (انجیل کی زبان میں جس کے معنی اللہ کے پیارے اور برگزیدہ کے ہیں) اس سے بھی وہم پڑتا تھا۔ کہ شاید اللہ تعالٰی نے کچھ اختیارات ان کے حوالے کر دیئے ہوں یہاں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ بیان کر کے دونوں شبہوں کا رد کر دیا گیا۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ **۱۴ھ** ای تنحت وتباعدت (قرطبی ج ۱۱ ص ۹۰) یعنی اپنے گھر سے نکل کر دور مشرق کی جانب کسی جگہ چلی گئی۔ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا روح سے حضرت جبریل علیہ السلام مراد ہیں جو نہایت خوبصورت آدمی کی شکل میں حضرت مریم کے سامنے نمودار ہوئے۔ جب حضرت مریم نے ایک غیر محرم کو اپنے سامنے دیکھا تو خیال کیا۔ کہ شاید بُرے ارادے سے آیا ہے۔ تو فوراً بول اٹھیں اِنِّيْٓ اَعُوْذُ الخ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا کی جزا محذوف ہے۔ ای فانی عائذۃ بالرحمٰن منک یعنی اگر تو پرہیزگار اور متقی ہے۔ تو بھی میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ بعض نے فاذھب اور بعض نے تتعظ جزا مقدر کی ہے۔ یعنی اگر تو نیک ہے تو میرے سامنے سے چلا جا یا میرے استعاذے سے سبق حاصل کر اور مجھ سے کسی قسم کا تعرض نہ کر (کذا فی روح ج ۱۶ ص) **۱۵ھ** فرشتے نے جواب دیا۔ کہ میں بشر نہیں ہوں۔ میں

موضح قرآن ف۱ نشانی لوگوں کو یعنی بن باپ کا لڑکا پیدا ہو گا اللہ کی قدرت ہے۔ ف۲ یعنی جننے کے وقت۔ ف۳ یہ آواز دی فرشتے نے اور زمین میں ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ ف۴ ان کے دین میں یہ منت درست تھی کہ نہ بولنے کا بھی روزہ رکھتے ہمارے دین میں یہ منت درست نہیں۔

فرشتہ ہوں۔ اور تیرے پاس رب کا پیغام لے کر آیا ہوں تیرے رب نے فرمایا ہے اے مریم میں نے تیرے پاس یہ فرشتہ اس لئے بھیجا ہے تاکہ تجھے فرزند عطا کروں۔ لِاَھَبَ لَكِ اللہ تعالیٰ کے پیغام کی حکایت ہے۔ اور اصل میں عبارت اس طرح ہے۔ ای ربك الذی قال ارسلت ھذا الملك لاھب لك (قرطبی ج ۱۱ صلا روح ج ۱۶ صٹ) یا ہبۂ فرزند کی نسبت فرشتے کی طرف مجازی ہے۔ کیونکہ وہ اس کا سبب بن رہا ہے ای لاکون سببًا فی ھبتہ بالنفخ فی الدرع (روح) اس سے اہلِ بدعت کا یہ شبہہ رفع ہوگیا۔ کہ غیر اللہ بھی اولاد دے سکتا ہے۔ جیسا کہ یہاں فرشتہ نے کہا تھا۔ کہ میں تمہیں بیٹا دینے آیا ہوں حاصل یہ کہ یہ قول فرشتے کا اپنا نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ

يَٰٓأُخۡتَ هَٰرُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ ٱمۡرَأَ سَوۡءٖ وَمَا

اے بہن ہارون کی نہ تھا تیرا باپ برا آدمی اور نہ

كَانَتۡ أُمُّكِ بَغِيّٗا ۝٢٨ فَأَشَارَتۡ إِلَيۡهِۖ قَالُواْ كَيۡفَ

تھی تیری ماں بدکار ف پھر ہاتھ سے بتلایا ۲۱ اس لڑکے کو بولے ہم کیونکر

نُكَلِّمُ مَن كَانَ فِي ٱلۡمَهۡدِ صَبِيّٗا ۝٢٩ قَالَ إِنِّي عَبۡدُ

بات کریں اس شخص سے کہ وہ ہے گود میں لڑکا وہ بولا میں بندہ ہوں

ٱللَّهِ ءَاتَىٰنِيَ ٱلۡكِتَٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيّٗا ۝٣٠ وَجَعَلَنِي

اللہ کا ۲۲ مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا اور بنایا مجھ کو

مُبَارَكًا أَيۡنَ مَا كُنتُ وَأَوۡصَٰنِي بِٱلصَّلَوٰةِ وَٱلزَّكَوٰةِ

برکت والا جس جگہ میں ہوں اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی

مَا دُمۡتُ حَيّٗا ۝٣١ وَبَرَّۢا بِوَٰلِدَتِي وَلَمۡ يَجۡعَلۡنِي جَبَّارٗا

جب تک میں رہوں زندہ ۲۳ اور سلوک کرنیوالا اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست

شَقِيّٗا ۝٣٢ وَٱلسَّلَٰمُ عَلَيَّ يَوۡمَ وُلِدتُّ وَيَوۡمَ أَمُوتُ

بدبخت اور سلام ہے ۲۴ مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں

وَيَوۡمَ أُبۡعَثُ حَيّٗا ۝٣٣ ذَٰلِكَ عِيسَى ٱبۡنُ مَرۡيَمَۖ قَوۡلَ

اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا ۲۵ سچی

ٱلۡحَقِّ ٱلَّذِي فِيهِ يَمۡتَرُونَ ۝٣٤ مَا كَانَ لِلَّهِ أَن

بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں اللہ ایسا نہیں ۲۶ کہ

يَتَّخِذَ مِن وَلَدٖۖ سُبۡحَٰنَهُۥٓۚ إِذَا قَضَىٰٓ أَمۡرٗا فَإِنَّمَا

رکھے اولاد وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا سو یہی

يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ۝٣٥ وَإِنَّ ٱللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمۡ

کہتا ہے اس کو کہ ہو تو وہ ہو جاتا ہے اور کہا بے شک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا

کا قول جسے فرشتہ حضرت مریم صدیقہ تک پہنچا رہا ہے۔

۱۶ فرشتے کی باتیں سن کر حضرت مریم کو سخت حیرت ہوئی۔ اور اس سے پوچھنے لگیں کہ میرے بیٹا کس طرح پیدا ہوگا۔ حالانکہ مجھے کسی بشر نے نہ نکاح سے ہاتھ لگایا ہے نہ میں بدکار ہی ہوں۔ اس پر فرشتے نے کہا۔ کہ تیرے رب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مس بشر کے بغیر بیٹا پیدا کرنا میرے لئے مشکل نہیں۔ بلکہ یہ ایک آسان کام ہے اور میں اس طرح بغیر باپ بیٹا پیدا کر کے اسے اپنی قدرت کا اعجاز بناؤں گا۔ اور وہ ایمان والوں کے لئے باعثِ رحمت ہوگا اور یہ بات لوحِ محفوظ میں مقدر ہو چکی ہے یا ازل میں اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ (امرًا مقضیًا) محکما قد تعلق بہ قضاءنا الازلی او قد رو سطر فی اللوح لابد من جریانہ علیك البتۃ (ابو السعود ج ۵ ص) لِنَجۡعَلَهُۥٓ ءَايَةٗ آیةً سے یہاں معجزہ مراد ہے یا آیةً سے علامت مراد ہے یعنی بغیر باپ اس کی پیدائش کو اپنے کمال قدرت کی علامت اور دلیل بنا دوں ای ولنجعل وھب لغلام آیۃ لھم و برھانا یستدلون بہ علی کمال قدرتنا (ابو السعود ج ۵ ص) مذکورہ واقعہ سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت مریم صدیقہ کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ فرشتہ ہے۔ جو انسانی شکل میں ان کے سامنے آیا ہے نیز بیٹا پیدا ہونے کی کیفیت کا علم بھی نہیں تھا۔ تو اس سے ثابت ہوا۔ کہ وہ غیب داں نہ تھیں۔ اس لئے وہ متصرف و مختار بھی نہیں ہو سکتیں

۱۷ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کے گریبان میں پھونک مارا جس سے وہ فورًا حاملہ ہو گئیں۔ فانتبذت بہ اور اس کے بعد فَأَجَآءَهَا ٱلۡمَخَاضُ یعنی وہ اس کے فورًا بعد ایک دور جگہ چلی گئی۔ اور پھر فورًا درد زہ ایک کھجور کے سایہ میں لے آیا۔ ان پر فا کا دخول جو تراخی بلا مہلت پر دلالت کرتی ہے اس سے بعض لوگوں نے استدلال کیا ہے۔ کہ حمل کے فورًا بعد بچے کی پیدائش ہو گئی تھی اور مدت حمل لمبی نہیں ہوئی۔ (قرطبی ج ۱۱ ص۹۲) لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور دیگر مفسرین کا قول ہے۔ کہ مدت حمل ممتد تھی۔ جس طرح عام عورتوں کی ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس سے نو ماہ، عطا، ابو العالیہ اور ضحاک سے سات ماہ اور بعض سے چھ ماہ منقول ہیں۔ (کبیر ج ۵ ص۴۴ روح ج ۱۶ ص۹)

۱۸ نادی کا فاعل حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ جیسا کہ ابن عباس سے منقول ہے من تحتھا یعنی حضرت مریم سے نیچے سَرِيّٗا چھوٹی سی نالی جس میں وہاں سے پھوٹنے والے چشمہ کا پانی بہہ رہا تھا۔ وَهُزِّيٓ إِلَيۡكِ الخ جب حضرت مریم کو درد زہ کی تکلیف شروع ہوئی تو وہ ایک ایسی جگہ چلی گئیں۔ جو آس پاس کی زمین سے کچھ بلند تھی۔ وہاں کھجور کا درخت تھا اور نیچے پانی کی نہر تھی۔ جب وہ اپنی اس حالت پر اور تکلیف پر وہاں مغموم بیٹھی تھیں۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے نیچے کھڑے ہو کر ان سے یہ گفتگو کی۔ کہ غم مت کرو۔ دیکھو تمہارے

موضح قرآن ف بہن ہارون کی یعنی بنی ہارون کی بہن دادے کا نام بولتے ہیں قوم کو جیسے عاد و ثمود کہ تھیں حضرت ہارون کی اولاد میں۔

پاؤں تلے چشمہ ابل رہا ہے اوپر کھجور کا درخت ہے۔ درخت کو جھٹکے سے ہلاؤ۔ اس سے کھجوریں گریں گی وہ کھاؤ۔ اور چشمہ سے پانی پیو اور اس طرح اپنا غم غلط کرو **ف۱۹** تساقط کا فاعل النخلۃ ہے اور وہ ھزی امر کا جواب ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔ فکلی واشربی علامہ آلوسی نے یہاں ایک لطیف نکتہ ذکر کیا ہے۔ یہاں بیان میں پانی کا ذکر کھجور کے ذکر سے مقدم کیا گیا ہے۔ کیونکہ کھانے کی نسبت پانی کی ضرورت اشد ہے۔ لیکن دونوں چیزوں کو استعمال کرنے کے موقع پر کھانے کو پینے پر مقدم کیا گیا ہے۔ کیونکہ عادۃً کھانا پینے پر مقدم ہے (روح ج ۱۶ ص۸۵) فَاِمَّا تَرَیِنَّ یہ بھی حضرت جبریل امین کا کلام ہے۔ اس میں انہوں نے حضرت مریم صدیقہ کو یہ ہدایت فرمائی۔ کہ وہ اپنے نوزائیدہ بچے کو

فَاعۡبُدُوۡهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِيۡمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخۡتَلَفَ

سو اس کی بندگی کرو ف۲۸ یہ ہے راہ سیدھی پھر جدا جدا راہ اختیار کی

الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَيۡنِهِمۡ‌ۚ فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ

فرقوں نے ف۲۸ ان میں سے سو خرابی ہے منکروں کو ف۲۹ جس وقت

مَّشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ﴿۳۷﴾ اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا

دیکھیں گے ایک دن بڑا کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہونگے جس دن آئینگے ہمارے

لٰـكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنۡذِرۡهُمۡ

پاس بے انصاف آج کے دن صریح بہک رہے ہیں اور ڈر سنادے انکو

يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ اِذۡ قُضِىَ الۡاَمۡرُ‌ۘ وَهُمۡ فِىۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ

اس پچھتانے کے دن کا جب فیصل ہوچکے گا کام اور وہ بھول رہے ہیں اور وہ

لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحۡنُ نَرِثُ الۡاَرۡضَ وَمَنۡ

یقین نہیں لاتے ف۱ ہم وارث ہوں گے زمین کے ف۳۰ اور جو کوئی

عَلَيۡهَا وَاِلَيۡنَا يُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۰﴾ وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ

زمین پر ہے اور وہ ہماری طرف پھر آئینگے اور مذکور کر کتاب میں

اِبۡرٰهِيۡمَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيۡقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾ اِذۡ قَالَ

ابراہیم کا ف۳۱ بے شک تھا وہ سچا نبی جب کہا

لِاَبِيۡهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعۡبُدُ مَا لَا يَسۡمَعُ وَلَا يُبۡصِرُ وَلَا

اپنے باپ کو ف۳۲ اے باپ میرے کیوں پوجتا ہے اس کو جو نہ سنے اور نہ دیکھے اور نہ

يُغۡنِىۡ عَنۡكَ شَيۡــًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّىۡ قَدۡ جَآءَنِىۡ مِنَ

کام آئے تیرے کچھ اے باپ میرے مجھ کو آئی ہے ف۳۳

الۡعِلۡمِ مَا لَمۡ يَاۡتِكَ فَاتَّبِعۡنِىۡۤ اَهۡدِكَ صِرَاطًا

خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آئی سو میری راہ چل دکھلا دوں تجھ کو راہ

وقف لازم ۲ ع ۵/۵

لے کر اپنے گھر کو روانہ ہوں، تو راستہ میں اگر کوئی شخص ملے اور تجھ سے بیٹے کے بارے میں سوال کرے۔ تو اشارے سے اسے کہہ دینا۔ کہ میں نے اللہ کی نذر کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ اس لئے کسی سے بات نہیں کر سکتی۔ اس وقت کی شریعت میں روزے کی حالت میں مفطراتِ ثلٰثہ (کھانا، پینا، جماع) کے علاوہ کلام کرنے سے بھی پرہیز لازم تھا۔ یعنی جس طرح روزے میں کھانا، پینا اور مباشرت جائز نہیں تھی۔ اسیطرح بحالتِ روزہ کسی آدمی سے بات کرنا بھی جائز نہیں تھا۔ لیکن ہماری شریعت میں ایسا روزہ جائز نہیں۔ بعض جاہل پیر اور ان کے اندھے مرید کسی سے بات نہیں کرتے اور کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے، یہ ہماری شریعت میں ہرگز جائز نہیں۔ المراد بہ الصوم عن المفطرات المعلومۃ وعن الکلام وکانوا لایتکلمون فی صیامہم وکان قربۃ فی دینہم فیصح نذرہ وقد نہی النبی صلے اللہ علیہ وسلم عنہ فھو منسوخ فی شرعنا کما ذکرہ الجصاص فی کتاب الاحکام وروی عن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ دخل علی امرأۃ قد نذرت ان لا تتکلم فقال ان الاسلام ھدم ھذا فتکلمی (روح ج ۱۶ ص۸۶) **ف۲۰** فَرِیًّا بہت بری بات۔ جب حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت ہوگئی۔ تو حضرت مریم انہیں لے کر اپنے گھر آئیں تو ان کی قوم کے لوگ یہ ماجرا دیکھ کر بول اٹھے۔ کہ اے مریم تونے یہ کس قدر بری حرکت کی ہے۔ یَا اُخۡتَ ھٰرُوۡنَ الخ ہارون حضرت مریم کا باپ کی طرف سے بھائی تھا۔ اور بہت نیک، پارسا اور عابد و زاہد تھا۔ وکان اخاھا من ابیہا ومن افضل بنی اسرآئیل (مدارک ج ۳ ص۲۱) یعنی اے مریم! تُو تو ہارون جیسے نیکوکار اور پارسا کی بہن ہے۔ تیرا باپ برا آدمی نہیں تھا نہ تیری ماں بدکار تھی۔ تونے یہ کیا کر ڈالا۔ **ف۲۱** حضرت مریم علیہا السلام کو چونکہ جبریل امین نے بوقت بشارت بتادیا تھا۔ کہ ان کے جو بچہ پیدا ہوگا۔ وہ عہد شیرخوارگی میں باتیں کرے گا۔ جیسا کہ سورۂ آل عمران ع ۵ میں ہے وَیُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَهۡدِ وَکَهۡلًا اس لئے انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کرکے انہیں بتایا۔ کہ وہ اس معاملے کی حقیقت اس سے پوچھیں۔ قَالُوۡا کَیۡفَ نُکَلِّمُ الخ اس پر لوگوں نے کہا۔ کہ ہم اس شیرخوار بچے سے کس طرح باتیں کریں کبھی اس عمر کے بچوں نے بھی باتیں کی ہیں۔ **ف۲۲** حضرت عیسٰی علیہ السلام فوراً بول اٹھے۔ کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے اور مجھے کتاب بھی

موضح قرآن **ف۱** جب تک حشر کا دن ہے دوزخ سے مسلمان نکل نکل بہشت میں جاویں گے۔ تب تک کافر بھی توقع میں ہونگے پھر موت کو مینڈھے کی صورت لاکر دوزخ بہشت کے بیچ سب کو دکھا کر ذبح کریں گے اور پکار دیں گے کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں رہ پڑے ہمیشہ کو وہ دن ہے کہ کافر ناامید ہوں گے۔

دی ہے اور مجھے بابرکت کیا ہے۔ اور جب تک میں زندہ رہوں۔ مجھے نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم فرمایا ہے۔ وَبَرًّا بِوَالِدَتِی الخ اور مجھے اس نے والدہ سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا ہے اور مجھے سخت طبیعت اور سنگ دل نہیں بنایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ بغیر باپ صرف والدہ ہی سے پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انکی زبان پر بَرًّا بِوَالِدَتِی کے الفاظ جاری فرمائے۔ اور والدہ کے ساتھ والد کا ذکر نہیں ہے۔ **۲۳ؑ** یہاں مرزائی اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں تو وہ وہاں نماز کس طرح پڑھتے ہیں اور زکوۃ کس طرح دیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ زندگی سے یہاں مطلق زندگی مراد نہیں۔ بلکہ متعارف زندگی مراد ہے

سَوِيًّا (۴۳) يَٰٓأَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَٰنَ ۖ إِنَّ الشَّيْطَٰنَ

سیدھی اے باپ میرے مت پوج شیطان کو بے شک شیطان ہے

كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ عَصِيًّا (۴۴) يَٰٓأَبَتِ إِنِّىٓ أَخَافُ أَن

رحمٰن کا نافرمان اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں

يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَٰنِ

آ لگے تجھ کو ایک آفت رحمٰن سے پھر تو ہو جائے شیطان کا

وَلِيًّا (۴۵) قَالَ أَرَاغِبٌ أَنتَ عَنْ ءَالِهَتِى يَٰٓإِبْرَٰهِيمُ ۖ

ساتھی ف۱ وہ بولا کیا تو پھرا ہوا ہے ۳۴ؑ میرے ٹھاکروں سے اے ابراہیم

لَئِن لَّمْ تَنتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ ۖ وَٱهْجُرْنِى مَلِيًّا (۴۶) قَالَ

اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھ کو سنگسار کروں گا اور دور ہو جا میرے پاس سے ایک مدت کہا

سَلَٰمٌ عَلَيْكَ ۖ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّىٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ بِى

تیری سلامتی رہے ۳۵ؑ میں گناہ بخشواؤں گا تیرا اپنے رب سے بیشک وہ ہے مجھ پر

حَفِيًّا (۴۷) وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَ

مہربان ف۲ اور چھوڑتا ہوں تجھ کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا اور

أَدْعُوا رَبِّى عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّى شَقِيًّا (۴۸)

میں بندگی کروں گا اپنے رب کی امید ہے کہ نہ رہوں گا اپنے رب کی بندگی کر کر محروم

فَلَمَّا ٱعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَهَبْنَا

پھر جب جدا ہوا ان سے ۳۶ؑ اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا بخشا ہم نے

لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا (۴۹) وَوَهَبْنَا

اس کو اسحٰق اور یعقوب اور دونوں کو نبی کیا ف۳ اور دیا ہم نے

ع

لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (۵۰)

ان کو اپنی رحمت سے اور کیا ان کے واسطے سچا بول اونچا ف۴

ع ۳ / ۶ ۱۰

منزل ۴

ک سلام متارکت

یعنی وہ زندگی جو روئے زمین پر بسر کی جائے۔ وانت تعلم ان الظاھر المتبادر من المدۃ المذکورۃ مدۃ کونہ علیہ الصلوٰۃ و السلام حیا فی الدنیا علیٰ ماھو المتعارف وذٰلک لا یشمل مدۃ کونہ علیہ السلام فی السمآء (روح ج ۱٦ ص ۹۰) دوسرا جواب یہ ہے کہ نماز تو وہ آسمان پر بھی پڑھ سکتے ہیں اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ باقی رہا زکوٰۃ کا سوال تو وہ ان پر فرض ہی نہیں کیونکہ آسمان پر ان کے پاس دولت کہاں ؟ **۲۴ؑ** یہاں بھی بدستور تین مختلف زمانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہیں۔ یعنی (۱) ولادت کے بعد (۲) موت کے بعد اور بعث بعد الموت کے بعد۔ ولادت سے دنیوی زندگی شروع ہوتی ہے۔ جو موت پر ختم ہو جاتی ہے اور موت سے برزخی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ جو دوبارہ جی اٹھنے تک ہے۔ اس کے بعد اخروی زندگی ہے۔ **۲۵ؑ** ذٰلِكَ سے مذکورہ حالات کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات یہ ہیں۔ کہ وہ خود محتاج تھے اور ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے تو وہ کس طرح متصرف و مختار ہو سکتے ہیں۔ **۲٦ؑ** یہ زجر ہے نصاریٰ کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی طرف ولد کی نسبت کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے ولد اور نائب ہیں۔ فرمایا یہ غلط ہے۔ اس کا کوئی ولد اور نائب نہیں اور نہ اسے نائب کی ضرورت ہے۔ وہ تو ایسا قادر ہے کہ جو چاہے لفظ کُن سے پیدا کرے۔ **۲۷ؑ** یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے اور اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ پر معطوف ہے۔ یعنی میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ ہی میرا اور تم سب کا رب اور کارساز ہے۔ اس لئے صرف اسی ہی کو پکارو اور صرف اسی کے نام کی نذریں اور منتیں دو۔ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ سے ماقبل کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی صرف اللہ کی عبادت اور پکار کا مسئلہ ہی صراطِ مستقیم اور سیدھی راہ ہے هٰذا اما ذکر من التوحید (روح ج ۱٦ ص ۹۲) (ھذا) الذی ذکرتُ (صراط مستقیم) فاعبدوہ ولا تشرکوا بہ شیئاً (مدارک ج ۳ ص ۲۲) اس سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اعلان کر رہے ہیں کہ صرف اللہ ہی کو پکارو

موضح قرآن ف۱ یعنی کفر کے وبال سے کچھ آفت آوے اور تو مدد مانگنے لگے شیطان سے یعنی بتوں سے اکثر لوگ ایسے ہی وقت شرک کرتے ہیں۔ ف۲ تیری سلامتی رہے یہ رخصت کا سلام ہے معلوم ہوا اگر دین کی بات سے ماں باپ ناخوش ہوں اور گھر سے نکالنے لگیں اور بیٹا باپ کو میٹھی بات کہہ کر نکل جاوے وہ بیٹا عاق نہیں اور گناہ بخشوانے کو انہوں نے وعدہ کیا تھا جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ ف۳ یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت کی اپنوں سے دور پڑے اللہ نے ان سے بہتر اپنے دیئے انسیت کو یہاں اسمٰعیل کا نام نہ فرمایا کہ وہ ان کے پاس نہیں رہے ف۴ یعنی ہمیشہ لوگ ان کی تعریف کرتے رہیں اور ان پر رحمت بھیجتے۔

اس لئے وہ خود پکارے جانے کے لائق نہیں ہو سکتے۔ ۲۸ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ تھا۔ کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن ہی میں توحید کا اعلان کر دیا۔ اور مذکورہ بیان سے حضرت مریم علیہا السلام کی الوہیت کی بھی نفی ہوتی ہے۔ تو پھر ان دونوں کو حاجات ومشکلات میں غائبانہ کیوں پکارا گیا۔ تو اس کا جواب دیا گیا۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کے بعد نصاریٰ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اور نصاریٰ کے علماء سُو نے توحید کے خلاف شرک کی تبلیغ شروع کر دی اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور نائب متصرف سمجھ کر پکارنے لگے۔ قالت النسطورية منهم هو ابن الله والملكانية ثالث ثلثة وقالت اليعقوبية هو الله

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰىۗ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ
اور مذکور کر کتاب میں موسیٰ کا ۳۸ بے شک وہ تھا چنا ہوا اور تھا

رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ
رسول نبی ف۱ اور پکارا ہم نے اس کو داہنی طرف سے طور پہاڑ کی

وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ
اور نزدیک بلایا اس کو بھید کہنے کو ف۲ اور بخشا ہم نے اس کو ۳۸ اپنی مہربانی سے بھائی اسکا

هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَۗ اِنَّهٗ
ہارون نبی ف۳ اور مذکور کر کتاب میں اسمٰعیل کا وہ تھا

كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ وَكَانَ
وعدے کا سچا ۳۹ اور تھا رسول نبی ف۴ اور

يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۖ وَكَانَ عِنْدَ
حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو نماز کا اور زکوٰۃ کا اور تھا اپنے

رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَۗ اِنَّهٗ
رب کے نزدیک پسندیدہ اور مذکور کر کتاب میں ادریس کا ۴۰ وہ

كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٥٦﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿٥٧﴾ اُولٰٓئِكَ
تھا سچا نبی اور اٹھا لیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر ف۵ یہ وہ

الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ
لوگ ہیں ۴۱ جن پر انعام کیا اللہ نے پیغمبروں میں آدم کی

اٰدَمَ ۗ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۡ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ
اولاد میں اور ان میں جن کو سوار کر لیا ہم نے نوح کے ساتھ اور ابراہیم کی اولاد میں

وَاِسْرَآءِيْلَ ۡ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ اِذَا تُتْلٰى
اور اسرائیل کی اور ان میں جن کو ہم نے ہدایت کی اور پسند کیا جب انکو سنائیے

منزل ۴

(قرطبی ج ۱۱ ص۸۰) ۲۹ یہ تخویف اخروی ہے۔ اسمع بهم وابصر الخ یہ دونوں فعل تعجب کے صیغے ہیں۔ یعنی یہ مشرکین آج تو شرک وکفر کی گمراہی میں اندھے اور بہرے ہو رہے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن ان کی آنکھیں کھل جائیں گی۔ اور ان کی قوت سامعہ تیز ہو جائے گی۔ وانذرهم يوم الحسرة الخ قیامت کے دن کو یوم الحسرت (افسوس کا دن) فرمایا۔ کیونکہ اس دن منکرین کو سخت افسوس ہوگا کہ انہوں نے دنیا میں حق کو کیوں قبول نہ کیا۔ اور غفلت اور لاپرواہی میں رہے۔ ۳۰ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ نفخۂ اولیٰ کے وقت سارا نظام عالم اور پوری دنیا تباہ و برباد ہو جائے گی۔ اور اللہ کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا۔ پھر نفخۂ ثانیہ کے بعد تمام انسانوں کی خداوند تعالیٰ کی عدالت میں پیشی ہوگی۔ مشرکین اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا۔ اس لئے وہ ہرگز پکارے جانے کے لائق نہیں ہیں۔

جواب شبہۂ ثالثہ

۳۱ یہ تیسرے شبہ کا جواب ہے۔ یہود ونصاریٰ اور مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کارساز سمجھ کر پکارتے تھے۔ تو اس کا جواب دیا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جو انبیاء علیہم السلام کے جد امجد ہیں وہ خود اپنے باپ سے کہہ رہے ہیں۔ کہ غیر اللہ کو مت پکارو۔ وہ تمہیں نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے وہ کس طرح متصرف ومختار اور معبود بن سکتے ہیں؟ حضرت زکریا علیہ السلام صرف یہود اور عیسیٰ اور مریم علیہم السلام کو تو صرف انصاری پکارتے تھے۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہود ونصاریٰ اور مشرکین عرب سب متصرف سمجھ کر پکارتے تھے۔ اس لئے اب ان کی الوہیت کی نفی کا شبہ دور فرمایا۔ ۳۲ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تارح اور لقب آزر تھا۔ جو نہ صرف بت پرست تھا۔ بلکہ بت تراش بھی تھا۔ وہ بت بنا کر فروخت کیا کرتا تھا۔ اس کی زیادہ تحقیق سورہ انعام رکوع ۹ کی تفسیر میں گذر چکی ہے اور مزید تحقیق سورہ شعراء

موضح قرآن ف۱ جس کو اللہ سے وحی آوے وہ نبی ہے اور ان میں جو خاص ہیں امت رکھتے ہیں یا کتاب وہ رسول ہیں۔ ف۲ ان سے کلام ہوا بیچ میں فرشتہ نہ تھا۔ ف۳ یعنی انکے ساتھ مددگار ہوئے۔ ف۴ ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تو آوے میں اسی جگہ رہوں گا، وہ ایک برس نہ آیا یہ وہاں ہی رہے۔ ف۵ لکھا ہے کہ حضرت ادریس پہلے تھے حضرت نوح علیہ السلام سے حساب ستاروں کی چال کا اور لکھنا اور سینا کہتے ہیں انہیں سے سیکھا اخلق نے ملک الموت ان سے آشنا تھا ایک بار آزمانے کو اپنی جان بدن سے نکلوائی پھر ڈال دی اور بہشت کی سیر مانگی پھر وہاں رہ گئے اللہ کے حکم سے حضرت سے ملے تھے معراج کی رات آسمان پر اور بعضے کہتے ہیں حضرت الیاس کا لقب ہے ادریس وہ بنی اسرائیل میں پیغمبر ہوئے تھے۔ خضر کی طرح وہ بھی زندہ رہ گئے ہیں۔ **فتح الرحمٰن** ف۱ یعنی بر آسمان ۱۲۔

کے آخری رکوع کی تفسیر میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ لم تعبد ما لا یسمع الخ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بغیر کسی تمہید کے مسئلہ توحید کا منفی پہلو (جو نسبتاً زیادہ ناگوار گذرتا ہے) اپنے باپ کے سامنے پیش فرمادیا۔ یہ غالباً تبلیغ کا آخری موقع تھا۔ اس سے قبل توحید کا مثبت پہلو کئی بار بیان فرما چکے تھے۔ اس میں انہوں نے معبودانِ باطلہ کے تین نقائص بیان فرمائے ہیں۔ اول یہ کہ پکارنے والے کی دعا اور پکار کو سن نہیں سکتے دوم یہ کہ وہ اپنے پکارنے والے کا خشوع وخضوع اور اس کا عجز وانکسار دیکھ نہیں سکتے۔ سوم یہ کہ وہ کسی کام نہیں آسکتے نہ وہ مشکلکشائی کرسکتے ہیں نہ حاجت روائی۔ **ف۳۳** یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعویٰ کی صداقت کی دلیل ہے یعنی میرے پاس

عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّ بُکِیًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ
آیتیں رحمٰن کی گرتے ہیں سجدہ میں اور روتے ہوئے پھر انکی جگہ
مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّبَعُوا
آئے ناخلف **ف۳۷** کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے
الشَّهَوٰتِ فَسَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ غَیًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَ
مزوں کے سو آگے دیکھ لیں گے گمراہی کو مگر جس نے توبہ کی **ف۳۸** اور
اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یَدۡخُلُوۡنَ الۡجَنَّةَ
یقین لایا اور کی نیکی سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں
وَ لَا یُظۡلَمُوۡنَ شَیۡـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدۡنِ ۣ الَّتِیۡ وَعَدَ
اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا کچھ باغوں میں بسنے کے جن کا وعدہ کیا ہے
الرَّحۡمٰنُ عِبَادَهٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ وَعۡدُهٗ مَاۡتِیًّا ﴿۶۱﴾
رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے بن دیکھے بیشک ہے اس کے وعدے پر پہنچنا
لَا یَسۡمَعُوۡنَ فِیۡهَا لَغۡوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمۡ رِزۡقُهُمۡ فِیۡهَا
نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے سلام کے اور ان کے لئے ہے انکی روزی وہاں
بُکۡرَةً وَّ عَشِیًّا ﴿۶۲﴾ تِلۡکَ الۡجَنَّةُ الَّتِیۡ نُوۡرِثُ مِنۡ عِبَادِنَا
صبح اور شام **ف۱** یہ وہ بہشت ہے جو میراث دینگے ہم اپنے بندوں میں
مَنۡ کَانَ تَقِیًّا ﴿۶۳﴾ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّکَ ۚ لَهٗ مَا
جو کوئی ہوگا پرہیزگار **ف۲** اور ہم نہیں اترتے **ف۳۹** مگر حکم سے تیرے رب کے اسی کا ہے جو
بَیۡنَ اَیۡدِیۡنَا وَ مَا خَلۡفَنَا وَ مَا بَیۡنَ ذٰلِکَ ۚ وَ مَا کَانَ
ہمارے آگے ہے **ف۴۰** اور جو ہمارے پیچھے **ف۱** اور جو اس کے بیچ میں ہے اور تیرا
رَبُّکَ نَسِیًّا ﴿۶۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا بَیۡنَهُمَا
رب نہیں ہے بھولنے والا **ف۳** رب آسمانوں کا اور زمین کا **ف۴۱** اور جو ان کے بیچ ہے

اللہ کی وحی کے ذریعے ایسا علم ہے، جو تمہارے پاس نہیں ہے۔ اس لئے تم میرا اتباع کرو۔ اور توحید کو مان لو۔ دراصل یہی سیدھی راہ ہے لا تعبد الشیطٰن الخ معبودانِ باطلہ کی عبادت کو شیطان کی عبادت اس لئے فرمایا۔ کہ شیطان ہی انسان کو گمراہ کرکے اس سے شرک کراتا ہے، یا اس لئے کہ شیطان بزرگوں کی صورت اختیار کرکے مشرکین کو اپنی پوجا کرنے کا حکم دیتا ہے۔ یٰٓاَبَتِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ الخ یہ تخویف اُخروی ہے۔ **ف۳۴** یہ ابراہیم علیہ السلام کو باپ کی طرف سے دھمکی ہے۔ کہ تو میرے معبودوں کے اس قدر خلاف ہے۔ خبردار اگر تم اس روش سے باز نہ آئے۔ تو میں تجھے سنگسار کردوں گا۔ اس لئے تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ کہ تم یہاں سے اپنی عزت بچا کر چلے جاؤ۔ مَلِیًّا ای اعتزلنی سالم العرض لا یصیبک منی معرة قاله ابن عباس (قرطبی ج ۱۱ ص ۱۱۱) بعض نے ملیًّا کی تفسیر دھرًا طویلا سے کی ہے یعنی طویل عرصہ تک مجھ سے دور رہو۔ **ف۳۵** یہ سلام تحیہ نہیں۔ بلکہ سلام متارکت ہے۔ والجمہور علٰی ان المراد بسلامه المسالمة التی ھی المتارکة لا التحیة (قرطبی) حفیًّا مہربان اعتزلکم الخ ساستغفر پر معطوف ہے یعنی میں تمہارے پاس سے اور جن کو تم اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہو۔ ان سے دور چلا جاؤں گا۔ اور اپنے پروردگار کو پکاروں گا اور مجھے امید ہے۔ کہ وہ مجھے خائب وخاسر نہیں فرمائے گا۔ اور تمہاری جدائی کا نعم البدل عطا فرمائے گا۔ **ف۳۶** جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے اور ان کے معبودوں سے کنارہ کش ہوگئے۔ تو اللہ تعالیٰ سے فرزند کے لئے دعا کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک بیٹا اسحٰق عطا فرمایا۔ اور اسحاق کو یعقوب عطا کیا علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ان دونوں کو نبوت عطا فرمائی۔ اور ان کی اولاد کو برکت دی۔ لسان صدق الخ لسان سے مجازاً کلام مراد ہے اور مرکب اضافی سے لوگوں کی مدح وثنا مراد ہے۔ یعنی ہم نے دنیا میں ان کا اچھا ذکر ان کی یادگار بنادیا۔ کہ دنیا کے تمام لوگ ہر زمانے میں ان کو اچھائی سے یاد کرتے ہیں۔ لسان الصدق الثناء الحسن الباقی علیہم آخر الابد قال ابن عباس (بحر ج ۶ ص ۱۹۴) **ف۳۷** تین انبیاء

موضح قرآن **ف۱** بک بک نہ سنیں گے اور سلام علیک کی آواز بلند سنیں گے۔ **ف۲** میراث آدم کی کہ اول ان کو بہشت ملی ہے۔ **ف۳** ایک بار جبرئیل کئی روز نہ آئے جب آئے حضرت نے کہا تم ہر روز کیوں نہیں آتے، اللہ تعالیٰ نے یہ کلام سکھایا جبرئیل کو کہ جواب یوں کہو کلام ہے اللہ کا جبرئیل کی طرف سے جیسا ایاک نعبد وایاک نستعین ہم کو سکھایا اور ہمارے آگے پیچھے کہا۔ آسمان وزمین کو اترتے ہوئے زمین آگے آسمان پیچھے، چڑھتے ہوئے وہ پیچھے یہ آگے۔

فتح الرحمٰن **ف۱** یعنی قیامت ۱۲ **ف۲** یعنی از ابتدار خلق وآسمان وزمین ۱۲۔

علیہم السلام کا تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد تین کا بالاختصار ذکر فرمایا۔ حضرت موسیٰ، حضرت اسمٰعیل اور حضرت ادریس علیہم السلام یعنی یہ تمام ہمارے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ لہٰذا جو خود عاجز اور محتاج ہوں۔ وہ دوسروں کے کارساز اور متصرف کیونکر ہو سکتے ہیں۔ ہاں یہ ہمارے برگزیدہ اور مکرم بندے تھے۔ لیکن متصرف نہیں تھے۔ یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نصاریٰ حضرت ادریس علیہ السلام کو اور مشرکین حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو پکارتے تھے ان آیتوں میں اس کی نفی کی گئی کہ یہ برگزیدہ پیغمبر کارساز نہ تھے۔ **۳۸** یہ تمام انعامات ہم نے ان کو عطا کئے تھے وہ خود مختار و متصرف نہیں تھے۔ **۳۹** حضرت اسمٰعیل علیہ السلام وعدے کے سچے اور اللہ کے رسول تھے۔ وَكَانَ يَأْمُرُ الخ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قدر فرمانبردار تھے۔ کہ وہ اپنے گھر والوں کو بھی تمام زبانی، بدنی اور مالی عبادتیں بجا لانے کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ اور اللہ کے برگزیدہ بندے تھے۔ جو خود اس حد تک اللہ کا فرمانبردار ہو۔ وہ کس طرح متصرف ہو سکتا ہے۔ **۴۰** حضرت ادریس علیہ السلام بھی بہت ہی سچے اور اللہ کے نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت بلند مرتبہ عطا فرمایا تھا۔ لیکن وہ متصرف و کارساز نہ تھے۔ **۴۱** یہ اشارہ مذکورہ چھ پیغمبروں کی طرف ہے۔ یعنی ان تمام پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے انعام و اکرام سے نوازا۔ حضرت آدم کی اولاد سے جیسا کہ ادریس علیہ السلام اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے آباء و اجداد کو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ طوفان سے بچایا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور کچھ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے یعنی اسمٰعیل علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے یعنی حضرت زکریا، عیسیٰ اور موسیٰ علیہم السلام، اس آیت میں چھ طریقوں سے ان انبیاء علیہم السلام سے الوہیت کی نفی کی گئی ہے۔ اول انعم اللہ علیہم اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے انعامات سے نوازا دوم من ذریۃ آدم الخ یہ سب اولاد آدم ہیں۔ سوم ھدینا ہم نے ان کی صراط مستقیم (راہِ توحید) کی طرف راہنمائی کی۔ چہارم واجتبینا ہم نے ان کو دوسروں پر فوقیت دی اور بلند مراتب عطا کئے۔ پنجم و ششم و اذا تتلٰی علیہم الخ جب ان پر ہماری آیتیں پڑھی جاتیں تو وہ اظہار عجز کے طور پر سجدے میں گر جاتے اور ہمارے خوف سے روتے رہتے۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ سب ہمارے برگزیدہ بندے تھے۔ ہم نے ان کو سیدھی راہ دکھائی جب ان کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھی جاتیں۔ تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے اور وہ اللہ کے آگے سجدے میں گر پڑتے اور اسی کو پکارتے اور اسی سے سب کچھ مانگتے تھے۔ تو جو لوگ اپنے ماں باپ کی اولاد ہوں۔ اور اپنے وجود میں دوسروں کے محتاج ہوں۔ اور جن کو اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کی ہو۔ اور جن کو دوسروں سے بلند شان

ع ۴ / ۷

فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا (65)

سو اسی کی بندگی کر اور قائم رہ اس کی بندگی پر کسی کو پہچانتا ہے تو اسکے نام کا ف۱

وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا (66)

اور کہتا ہے آدمی ف۲ کیا جب میں مرجاؤں تو پھر نکلوں گا زندہ ہوکر

اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ

کیا یاد نہیں رکھتا آدمی کہ ہم نے اس کو بنایا پہلے سے اور وہ کچھ

شَيْــــًٔا (67) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ

چیز نہ تھا سو قسم ہے تیرے رب کی ہم گھیر بلائینگے ان کو اور شیطانوں کو پھر

لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا (68) ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ

سامنے لائینگے گرد دوزخ کے گھٹنوں پر گرے ہوئے ف۲ پھر جدا کرلیں گے ہم

مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَي الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (69)

ہر ایک فرقہ میں سے جونسا ان میں سے سخت رکھتا تھا رحمٰن سے اکڑ

ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا (70) وَ

پھر ہم کو خوب معلوم ہیں جو بہت قابل ہیں اس میں داخل ہونے کے اور

اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (71)

کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ہو چکا یہ وعدہ تیرے رب پر لازم مقرر

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا (72)

پھر بچائیں گے ہم ان کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دینگے گنہگاروں کو اس میں اوندھے گرے ہوئے ف۳

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور جب سنائے ان کو ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں جو لوگ کہ منکر ہیں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ

ایمان والوں کو دونوں فرقوں میں کس کا مکان بہتر ہے اور کس کی اچھی لگتی ہے

موضح قرآن ف۱ اللہ کے نام سب اس کی صفت ہیں یعنی کوئی ہے اس صفت کا۔ ف۲ مارے دہشت کے کھڑے سے گر پڑیں گے اور چین سے بیٹھ نہ سکیں گے یہی ہوا گھٹنوں پر گرنا۔ ف۳ بہشت کی راہ ہیں مگر دوزخ کے منہ میں دوزخ تنور کی شکل ہے منہ اس کا دنیا سے بڑا کنارے سے کنارے تک راہ پڑی ہے بال برابر تیز جیسے تلوار اور کانپتی، ایمان والے اس پر سلامت گذر جاویں گے اور گنہگار گر پڑیں گے پھر موافق عمل بعد کئی روز کے نکلیں گے اور شفاعت سے اور ارحم الراحمین کی مہر سے آخر جس نے کلمہ کہا ہے سچے دل سے سب نکلیں گے اور کافر رہ جائیں گے پھر اس کا منہ بند ہوگا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مانندی ۱۲ ف۲ یعنی آدمی کافر ۱۲۔

عطا کیا ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی اور زاری کر رہے ہوں۔ وہ کسی طرح بھی متصرف و کارساز نہیں ہو سکتے۔ **۴۲ھ** یہ سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے۔ کہ جب تمام انبیاء علیہم السلام صرف اللہ ہی کو متصرف جان کر پکارتے تھے۔ تو پھر ان کو کیوں متصرف سمجھ کر پکارا گیا۔ تو اس کا جواب دیا گیا۔ کہ ان کے بعد بُرے لوگوں نے ان کے دین کو اور توحید کو ضائع کر دیا۔ اور اللہ کی پکار کو چھوڑ کر غیر اللہ کو پکارنے لگے۔ یہ حق اور مسئلہ توحید سے باغیوں کی جماعت تھی۔ خلفٌ۔ ناخلاف اور بُرے لوگ الخلف الردیٔ (مفردات)، ان ناخلف لوگوں نے نماز جیسی اہم اور تمام عبادات کی جامع عبادت کو چھوڑ دیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں منہمک ہو گئے۔ اضاعت صلوٰۃ سے یا تو

نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ
مجلس ف۱ ف۲ اور کتنی ہلاک کر چکے ہم ۴۵ھ پہلے ان سے جماعتیں وہ ان سے بہتر تھے
أَثَاثًا وَرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلَٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ
سامان میں اور نمود میں تو کہہ جو ہے رہا بھٹکتا ۴۶ھ سو چاہیے اسکو کھینچ
لَهُ الرَّحْمَٰنُ مَدًّا ۚ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ
لے جائے رحمٰن لمبا ف۲ یہانتک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ ہوا تھا ان سے
إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ
یا آفت اور یا قیامت سو تب معلوم کرلینگے کس کا
هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيدُ اللَّهُ
برا ہے مکان اور کس کی فوج کمزور ہے ف۳ اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ
الَّذِينَ اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ
سوجھنے والوں کو سوجھ ۵۳ھ اور باقی رہنے والی نیکیاں
خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ أَفَرَأَيْتَ
بہتر رکھتی ہیں تیرے رب کے یہاں بدلہ اور بہتر پھر جانے کو جگہ ف۴ بھلا تو نے دیکھا
الَّذِي كَفَرَ بِآيَاتِنَا وَقَالَ لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَ
۵۴ھ اس کو جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے اور کہا مجھ کو مل کر رہیگا مال اور
وَلَدًا ﴿٧٧﴾ أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَٰنِ
اولاد ف۵ ف۶ کیا جھانک آیا ہے غیب کو ۵۵ھ یا لے رکھا ہے رحمٰن سے
عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا يَقُولُ وَنَمُدُّ لَهُ مِنَ
عہد یہ نہیں ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور بڑھاتے جائینگے اسکو
الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَنَرِثُهُ مَا يَقُولُ وَيَأْتِينَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾
عذاب میں لمبا اور ہم لے لینگے اسکے مرنے پر جو کچھ وہ بتلا رہا ہے اور آئیگا ہمارے پاس اکیلا

ترکِ نماز مراد ہے یا مطلب یہ ہے۔ کہ انہوں نے خالص اللہ کی دعا اور پکار کو ضائع کر کے غیر اللہ کو پکارنا شروع کر دیا۔ فسوف یلقون غیًّا اس میں تخویف اخروی ہے۔ غیًّا ای ضلالًا یعنی گمراہی لیکن یہاں مضاف محذوف ہے۔ جسے حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔ ای جزآء الغی قالہ الزجاج (کبیر ج ۵ ص۵۵۲) یعنی وہ گمراہی کی سزا پائیں گے۔ **۴۳ھ** یہاں سے لے کر مَنْ کَانَ تقیًّا تک بشارت اُخروی ہے۔ یہ مستثنیٰ منقطع ہے اور الا بمعنی لکن ہے۔ مَنْ تَابَ الخ موصول مع صلہ مبتدا ہے اور فاولٰئک ید خلون الخ جملہ اس کی خبر ہے۔ تلك الجنۃ الخ سے پہلے یقال لھم محذوف ہے۔ یعنی قیامت کے دن اہل جنت سے یہ بات کہی جائے گی۔ تقیًّا یعنی جو شرک سے بچتا رہا۔ اور اللہ کی توحید پر قائم رہا۔ اخرج ابن ابی حاتم عن داؤد ابن ابی ھند انہ الموحد فتذکر و لاتغفل (روح ج ۱۶ ص۱۱۳) من کان تقیا عن الشرک (مدارک ج ۳ ص۳۲)

جواب شبہ رابعہ

۴۴ھ یہ فرشتوں کے بارے میں شبہ کا جواب ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا حال تو تم نے سن لیا۔ کہ وہ سب عاجز اور خدا کے محتاج تھے۔ اب فرشتوں کا حال بھی سن لو۔ جن کو تم مختار و متصرف سمجھتے ہو وہ تو اللہ کے حکم کے اس قدر پابند ہیں۔ کہ اس کے حکم کے بغیر زمین پر بھی نہیں آ سکتے تو متصرف کس طرح بن سکتے ہیں مفسرین نے لکھا ہے۔ کہ جب مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب کہف، ذوالقرنین اور روح کے بارے میں سوال کیا۔ تو اس کے جواب میں آپ نے کل آئندہ جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔ مگر اس کے ساتھ آپ انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اللہ کی طرف سے وحی کی آمد کا سلسلہ کئی روز کے لئے رُک گیا۔ جب عرصہ دو ہفتے کے بعد جبریل امین نازل ہوئے۔ تو آپ نے اس سے اتنے دن نہ آنے کی وجہ دریافت فرمائی۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یہ حضرت جبریل علیہ السلام کے

موضح قرآن ف۱ یعنی دنیا کی رونق میں مقابلہ دیتے ہیں ف۲ یعنی بہکاوے میں جانے دے کیونکہ دنیا جانچنے کی جگہ ہے بھلا بُرا پاویں گے آخرت میں یہاں نیک بد بھلائی بُرائی میں شامل ہیں ف۳ فوج یعنی مددگار کافر اپنا مددگار سمجھتے ہیں بتوں کو اور ایمان والے اللہ کو۔ ف۴ یعنی دنیا کی رونق رب کے یہاں کام کی نہیں، نیکیاں سب رہیں گی اور دنیا نہ رہے گی۔ ف۵ ایک کافر مالدار ایک لوہار مسلمان کو کہنے لگا تو مسلمانی سے منکر ہو تو تیری مزدوری دوں اس نے کہا اگر تو مرے اور پھر جیوے تو بھی میں منکر نہ ہوں، اس نے کہا اگر پھر جیوں گا تو یہی مال و اولاد وہاں بھی ہوگا تجھ کو مزدوری وہاں دے دوں گا۔ اسی پر یہ فرمایا یعنی وہاں دولت ملتی ہے ایمان سے کافر چاہیے کہ یہاں کی دولت وہاں ملے سو نہیں۔ ف۶ جو بتاتا ہے یعنی مال اور اولاد اُس کافر کے دونوں بیٹے مسلمان ہوئے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بعزت دنیا مغرور شدند ۱۲۔ ف۲ یعنی در قیامت ۱۲۔

قول کی حکایت ہے۔ یعنی ہم اپنی مرضی سے نہیں آسکتے بلکہ ہم امرالٰہی کے پابند ہیں۔ جب حکم ہوتا ہے آجاتے ہیں ولکنی عبد ماموراذا بعثت نزلت واذاحبست احتبست (روح) **۴۵** مابین ایدینا (جو کچھ ہمارے سامنے ہے) سے زمان مستقبل وما خلفنا (جو کچھ ہمارے پیچھے ہے) سے زمان ماضی اور وما بین ذٰلک (اور جو کچھ اس کے درمیان ہے) سے زمانہ حال مراد ہے۔ تمام زمانے اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں اس لئے ہم کسی وقت بھی اللہ کے سوا دم نہیں مار سکتے۔ لہٗ ظرف کی مبتدا پر تقدیم حصر کے لئے ہے، لہ مابین ایدینا الخ ای لا لنا۔ وماکان ربّك نَسِيًّا یعنی اللہ تعالیٰ کسی چیز سے بے خبر نہیں وہ غیب داں ہے اور ہر چیز کو جانتا ہے۔ **۴۶** شبہات دور کرنے کے بعد دعویٰ سورت کو بیان فرمایا کہ زمین و آسمان یعنی ساری کائنات کا مالک و مختار اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ لہٰذا اسی کی عبادت کرو اور صرف اسی ہی کو پکارو۔ واصطبر لعبادتہ اور اسی کی عبادت اور پکار پر پابند ہو جاؤ۔ کیونکہ متصرف اور کارساز وہی ہے۔ اور کوئی نہیں ھل تعلم لہ سمیًّا یعنی ہم صفت اور مثل۔ استفہام انکار کے لئے ہے یعنی وہ اپنی صفات کارسازی میں یکتا اور بے مثل ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔

وَاتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿۸۱﴾
اور پکڑ رکھا ہے لوگوں نے **۵۶** اللہ کے سوا اوروں کو معبود تاکہ وہ ہوں ان کے لئے مددگار
كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ
ہرگز نہیں **۵۷** وہ منکر ہوں گے ان کی بندگی سے اور ہو جائیں گے ان کے
ضِدًّا ﴿۸۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى
مخالف تو نے نہیں دیکھا **۵۸** کہ ہم نے چھوڑ رکھے ہیں شیطان
الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ
منکروں پر اچھالتے ہیں ان کو ابھار کر سو تو جلدی نہ کر ان پر
اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى
ہم تو پوری کرتے ہیں ان کی گنتی جس دن ہم اکٹھا کر لائیں گے **۵۹** پرہیزگاروں کو
الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى
رحمٰن کے پاس مہمان بلائے ہوئے اور ہانک لے جائیں گے گنہگاروں کو
جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ
دوزخ کی طرف پیاسے نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا **۶۰** مگر جس نے
اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ
لے لیا ہے رحمٰن سے وعدہ ف ۱ ف ۱ اور لوگ کہتے ہیں رحمٰن
الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ
رکھتا ہے اولاد **۶۱** بے شک تم آ پھنسے ہو بھاری چیز میں ف ۲ ابھی
السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ
آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو زمین اور گر پڑیں
الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾
پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد

ع ۵ / ۶

وقف لازم وقف لازم

۱ زجر مشرکین ۱۲
۲ بشارت اخروی ۱۲
۳ تخویف اخروی ۱۲
۴ خصوصیت سورت
۵ شکویٰ ۱۲

حصّہ دوم

۴۷ یہاں سے سورت کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے پہلے حصے میں چاروں شبہات کا جواب دینے کے بعد اس حصے میں شکوے، زجریں، تخویفیں، بشارتیں اور تسلی برائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کی گئی ہے۔ یہ شکویٰ ہے۔ یعنی نادان انسان کہتا ہے۔ کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ مرنے کے بعد اسے دوبارہ زندہ کر دیا جائے گا۔ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ یہ شکوے کا جواب ہے۔ یعنی انسان کو یہ بات یاد نہیں کہ وہ کچھ نہیں تھا نیست اور معدوم تھا، تو ہم نے اسے نیست سے ہست اور معدوم سے موجود کر دیا تو کیا اب ہم اس کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتے۔ **۴۸** یہ تخویف اخروی ہے۔ الشیاطین اس سے شیاطین الجن والانس مراد ہیں۔ یعنی جنوں کے علاوہ وہ مولوی اور پیر جو ان کو گمراہ کرتے رہے یا ان کے ہمزاد جو انہیں گمراہ کیا کرتے تھے۔ یعنی کفار و مشرکین اپنے ہمزادوں کیساتھ میدان حشر میں لائے جائیں گے۔ والمعنی انھم یحشرون مع قرنائھم من الشیاطین الذین اغووھم یقرنون کل کافر مع شیطان فی سلسلۃ (قرطبی ج ۱۱ ص ۱۳۲) پھر ان سب کو جہنم کے گرد جمع کیا جائے گا۔ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ الخ پھر تمام سرکش جماعتوں کو کفر و انکار اور سرکشی کے اعتبار سے اس طرح مرتب کریں گے۔ کہ ہر جماعت کے سب سے زیادہ سرکش اور معاندین کو پہلی صف میں کھڑا کیا جائے گا۔ اس کے بعد ان سے کم سرکش لوگوں کو درجہ بدرجہ کھڑا کیا جائے گا۔ عتیًّا انتہائی سرکشی۔ ان معنی "ثم لننزعن من کل شیعۃ" ثم لننزعن من کل فرقۃ الاعتی فالاعتی کانہ یبتدأ بالتعذیب باشدھم عتیا ثم الذی یلیہ وھذا نص کلام ابی اسحٰق فی معنی الآیۃ (قرطبی ج ۱۱ ص ۱۳۴) **۴۹** ثُمَّ تعقیب ذکری کے لئے ہے۔ یعنی ہمیں معلوم ہے۔ کہ ان میں سب سے پہلے جہنم میں داخل کئے جانے کا مستحق کون ہے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا الخ

موضح قرآن ف ۱ یعنی جس کو اللہ نے وعدہ دیا وہی سفارش کرے گا۔ ف ۲ یعنی بھاری گناہ۔

فتح الرحمٰن ف ۱ یعنی مسلمان شدہ و وعدۂ ثواب را مستحق گشتہ ۱۲۔

ورود سے یہاں دخول مراد نہیں ۔بلکہ اس سے پُل صراط پر سے گذرنا مراد ہے جو دوزخ کے اوپر ہوگی۔ عن الحسن الورود المرور علیہا من غیر دخول و رُوی ذلک عن قتادۃ وذلک المرور علی الصراط الموضوع علی متنہا الخ (روح ج ۱۶ ص ۱۲۲) الورود المرّ علی الصراط و روی عن ابن عباس و ابن مسعود وکعب الاحبار و السدی (قرطبی ج ۱۱ ص ۱۳۶) **۵۰** ثم تعقیب ذکری کے لئے ہے کیونکہ یہ مطلب نہیں کہ جب سب لوگ جہنم کے اوپر سے گذریں گے اس سے کچھ عرصہ بعد متقین کو نجات دی جائیگی بلکہ یہ کام گذرنے سے بالکل متصل ہوگا لہٰذا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے بعد پھر یہ بات بھی سن لو۔ کہ جو لوگ شرک سے بچتے رہے ان کو جہنم سے بچالیں گے۔ اور مشرکین کو گھٹنوں کے بل آتش جہنم میں چھوڑ دینگے۔ وَاِذَا تُتْلٰی الخ یہ شکوی ہے نَدِیًّا ای مجلسًا و مجتمعًا یعنی مشرکین کو جب قرآن کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتیں تو وہ جواب میں کہتے ان مسلمانوں نے ان آیتوں کو مان کر کیا حاصل کیا ہے ۔ ہماری محفلیں کس قدر پُر شوکت اور شاہانہ ہیں اور دنیا میں جاہ وجلال حاصل ہے مگر مسلمان ہمارے مقابلے میں فقیر اور مفلس ہیں ۔ دنیا میں کن کی محفلیں پُر شوکت اور شاہانہ ہیں۔ **۵۱** تخویف دنیوی اَثَاثًا ساز و سامان رِءْیًا منظر یہ دنیوی شان وشوکت پر ناز کرنے والے مشرکین مغرور نہ ہوں۔ ہم ان سے بھی زیادہ مال و دولت اور شان و شوکت والے قرنوں کے قرن تباہ و برباد کر چکے ہیں یہ بیچارے ان کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ **۵۲** یہ زجر ہے ۔ جو لوگ دنیوی مال وجاہ پر مغرور ہو کر گمراہی اور ضد و عناد میں منہمک ہوجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور ڈھیل دے دیتا ہے۔ یہانتک کہ وعدہ کے مطابق اللہ کا عذاب آجائے۔ یا قیامت قائم ہو جائے ۔ فسیعلمون الخ اب تو نہیں مانتے۔ لیکن اسوقت انہیں معلوم ہوجائے گا۔ کہ فریقین (مومنین اور کفار) میں سے بُرا ٹھکانا کس کا ہے ۔ اور کس کے انصار و اعوان کمزور ہیں۔ دنیا میں مشرکین جن بزرگوں کو متصرف و کارساز سمجھ کر پوجتے اور پکارتے ہیں۔ ان کے بارے میں انکا خیال یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ہر آڑے وقت میں ان کے کام آئیں گے۔ لیکن خدا کا عذاب آنے پر کوئی کام نہیں آتا۔ اللہ کے سوا تمام سہارے بیکار اور کمزور ثابت ہوتے ہیں۔ و انما ذکر ذلک ردًّا لما کانوا یزعمون من ان لہم اعوانًا من شرکاۗئہم (روح ج ۱۶ ص ۱۲۷) **۵۳** اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ایمان پر ثبات و استقلال عطا فرماتا ہے ، ویثبّت

وَمَا يَنۢبَغِي لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنۡ كُلُّ مَنۡ فِي السَّمٰوٰتِ
اور نہیں پھبتا رحمٰن کو کہ رکھے اولاد کوئی نہیں آسمان میں
وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدۡ اَحۡصٰىهُمۡ وَعَدَّهُمۡ عَدًّا ﴿۹۴﴾
اور زمین میں جو نہ آئے رحمٰن کا بندہ ہو کر اسکے پاس انکی شمار ہے اور گن رکھی ہے انکی گنتی
وَكُلُّهُمۡ اٰتِيۡهِ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ فَرۡدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا
اور ہر ایک ان میں سے آئیگا اس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا البتہ جو یقین لائے ہیں **۵۳**
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجۡعَلُ لَهُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾
اور کی ہیں انہوں نے نیکیاں ان کو دے گا رحمٰن محبت **۵۴** ف ۱
فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَ
سو ہم نے آسان کر دیا یہ قرآن **۵۵** تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشخبری سنائے تو ڈرنے والوں کو
تُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمۡ اَهۡلَكۡنَا قَبۡلَهُمۡ مِّنۡ
اور ڈرائے جھگڑالو لوگوں کو اور بہت ہلاک کر چکے ہم ان سے پہلے **۵۶**
قَرۡنٍ هَلۡ تُحِسُّ مِنۡهُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَوۡ تَسۡمَعُ لَهُمۡ رِكۡزًا ﴿۹۸﴾
جماعتیں آہٹ پاتا ہے تو ان میں سے کسی کی یا سنتا ہے ان کی بھنک

ع ۱/۹ النصف

سُوۡرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّخَمۡسٌ وَّثَلٰثُوۡنَ اٰيَةً وَّثَمَانُ رُكُوۡعَاتٍ
سورہ طٰہٰ مکی ہے اور اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤى ﴿۲﴾ اِلَّا
۲ اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے **۳** مگر
تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ يَّخۡشٰى ﴿۳﴾ تَنۡزِيۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ
نصیحت کے واسطے اس کی جو ڈرتا ہے اتارا ہوا ہے اس کا جس نے بنائی

تتمہ سورت ... متعلق ... تخویف دنیوی

اللہ المؤمنین علی الہدی و یزیدہم فی النصرۃ الخ (قرطبی ج ۱۱ ص ۱۴۴) والبٰقیٰت الصّٰلحٰت الخ مشرکین اور کفار دنیوی مال و زر پر مغرور اور ظاہری جاہ وجلال پر نازاں ہیں حالانکہ یہ تمام چیزیں فانی اور زوال پذیر ہیں ۔ البتہ ایمان اور اعمال صالحہ باقی رہنے والی چیزیں ہیں ۔ آخرت میں جن کا اچھا بدلہ ملے گا۔ اور نیک انجام ہوگا۔ **۵۴** شکوی مع تخویف۔ ائمہ ستہ نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عاص بن وائل کے ذمہ ان کی کچھ مزدوری تھی۔ وہ ایک دن اس سے اپنے حق کا مطالبہ کرنے کے لئے گئے تو عاص نے کہا ۔ جب تک تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ کفر نہیں کرے گا اور خدا کے ساتھ شریک نہیں بنائے گا۔ اس وقت تک

موضح قرآن **ف ۱** یعنی ان سے محبت کرے گا یا اُن کے دل میں اپنی محبت پیدا کریگا یا خلق کے دل میں اُن کی محبت ڈالے گا۔

فتح الرحمٰن **ف ۱** یعنی با یکدیگر دوست باشند ۱۲۔

میں تمہیں مزدوری نہیں دوں گا. جواباً حضرت خباب نے کہا میں تو کبھی کفر نہیں کروں گا۔ اگرچہ کہ تو مرجائے اور پھر دوبارہ زندہ ہوجائے۔ عاص بول اٹھا کیا مرنے کے بعد مجھے پھر زندہ کیا جائے گا؟ اگر ایسا ہے تو میں وہیں تمہارا قرض ادا کردوں گا کیونکہ یہاں کی طرح وہاں بھی میرے پاس آل اولاد اور مال و زر کی کثرت ہوگی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **۵۵** اَطَّلَعَ اصل میں اِطْتَلَعَ بروزن اِفْتَعَلَ تھا. فائے افتعال کے مقابلے میں طا واقع ہونے کی وجہ سے تائے افتعال کو طا سے بدل دیا گیا۔ اور اول کو ثانی میں ادغام کر دیا گیا۔ اور ہمزہ وصل مابین سے ساقط ہوگیا۔ تو اَطَّلَعَ ہوگیا۔ یعنی جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے۔ کہ اگر قیامت آئی. تو اس وقت بھی اس کے پاس دولت بکثرت ہوگی. کیا وہ غیب جانتا ہے. کہ اسے یہ بات معلوم ہے یا خدا سے اس نے کوئی اس بات کا عہد لے لیا ہے۔ ہرگز نہیں. ان دونوں باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں اس لئے اس کا دعویٰ غلط ہے۔ سنکتب مایقول وہ جو کچھ کہہ رہا ہے۔ ہم اسے لکھوا رہے ہیں اور کفر و انکار کے علاوہ ہمارے احکام سے استہزاء اور تمسخر کی وجہ سے اس کے عذاب میں اضافہ کیا جائے گا۔ اور جس مال و اولاد کا اسے گھمنڈ ہے۔ وہ سب کچھ ہم اس سے سلب کرلیں گے اور قیامت کے دن تن تنہا ہمارے پاس حاضر ہوگا. اس کے ساتھ نہ اولاد ہوگی، نہ قبیلہ، نہ دولت۔ ای منفردًا لامال له ولاولد ولاعشیرۃ تنصرہ (قرطبی ج ۱۱ ص ۱۴۸) **۵۶** یہ زجر ہے. عِزًّا سے مراد اعوان و انصار ہیں۔ جو دنیا و آخرت کے ہر میدان میں ان کے کام آئیں۔ ای لیعتزوا بالھتھم ویکونوا لھم شفعاء وانصارا ینقذونھم من العذاب (مدارک ج ۳ ص ۳۵) اس آیت میں مشرکین کے شرک کی اصل غرض و غایت بیان فرمادی کہ انہوں نے اللہ کے سوا جو معبود بنا رکھے ہیں اور جن کی عبادت کرتے اور جن کے نام کی نذریں منتیں دیتے ہیں اس سے ان کا مقصد یہ ہے. کہ وہ ان کی مدد کریں۔ اور خدا کے یہاں ان کی سفارش کریں. یہ اس حصے کی مرکزی آیت ہے اور اس میں سورت کی ایک خصوصیت کا بیان ہے۔ **۵۷** یہ مشرکین کا رد ہے. کہ جس غرض کے لئے انہوں نے اللہ کے نیک بندوں کو خدا کا شریک بنا رکھا ہے۔ وہ غرض انہیں کبھی میسر نہیں ہوگی۔ اللہ کے بندے ان کی عبادت پر خوش ہونے کے بجائے قیامت کے دن ان کی عبادت اور پکار کا انکار کریں گے. اور ان مشرکین کے خلاف ہوجائیں گے۔ یہ آیت انبیاء علیہم السلام، اولیاء کرام اور فرشتوں کے حق میں ہے۔ **۵۸** ہم نے ان پر شیاطین کو مسلط کر رکھا ہے. جو انہیں گناہوں کی ترغیب دیتے. اور انہیں کفر و شرک پر اکساتے رہتے ہیں۔ تؤزھم ازًّا ای تغریھم وتھیجھم علی المعاصی (روح ج ۱۶ ص ۱۳۴) فلا تعجل علیھم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہے. کہ آپ یہ خیال نہ فرمائیں. کہ ان کے تمرد و عناد اور ان کے معاصی کے پیش نظر تو انہیں اب تک عذاب خداوندی سے ہلاک ہوجانا چاہئے تھا۔ انما نعدّ لھم عدًّا الخ یہ ماقبل کی علت ہے یعنی اب ان کی ہلاکت و تباہی کا وقت بالکل قریب آچکا ہے اور معدودے چند ایام باقی رہ گئے ہیں۔ **۵۹** یہ بشارت اخروی ہے۔ وفدًا ای رکبانًا (روح) یعنی قیامت کے دن متقی اور شرک سے بچنے والوں کو عزت و احترام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ ونسوق المجرمین الخ یہ تخویف اخروی۔ **۶۰** یہ سورت کی خصوصیت کا بیان ہے اور اس سے شفاعت قہری کی نفی مقصود ہے۔ اِلَّا من اتّخذ عند الرّحمٰن عھدًا شفاعت وہی کر سکے گا، جسے اللہ کی طرف سے اجازت ملے گی۔ لیکن شفاعت قہری کی اجازت تو کسی کو نہیں ہوگی۔ یا عھدًا سے عہد توحید مراد ہے۔ یعنی قیامت کے دن صرف ان گنہگاروں کے حق میں شفاعت قبول ہوگی۔ جو اہل توحید ہوں گے۔ قال ابن عباس العھد لا الٰہ اِلا اللّٰہ اس صورت میں اس سے مراد مشفوع لہٗ ہے یا یہ شافعین کے حق میں ہے۔ یعنی گنہگاروں کی سفارش صرف وہی لوگ کرسکیں گے۔ جنہوں نے دنیا میں شرک نہیں کیا۔ اور ان کا خاتمہ توحید پر ہوا۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور مقاتل کا قول ہے۔ وقال مقاتل وابن عباس ایضًا لایشفع الّامن شھد ان لَآاِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ وتبرأ من الحول والقوّۃ اِلّا للّٰہ ولا یرجوا اِلّا اللّٰہ تعالٰے (قرطبی ج ۱۱ ص ۱۵۴) **۶۱** یہ شکوی ہے سورۂ کہف کی ابتداء میں فرمایا وینذر الذین قالوا اتّخذ اللّٰہُ ولدًا یعنی ان لوگوں کو زجر و تخویف سنائی جو اللہ کے سوا اوروں کو نائب و متصرف سمجھتے تھے اس کے بعد سورۂ کہف اور مریم میں مشرکین کے شبہات کا ازالہ کیا گیا اب آخر میں ازالہ شبہات کے بعد سورۂ کہف والے شکوے کا اعادہ کیا گیا ہے تاکہ یہ بات واضح ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نائب نہیں اور اللہ کے سوا اوروں کو متصرف اور کارساز سمجھنا بہت بڑا جرم ہے اور ولد سے یہاں ولد حقیقی مراد نہیں ہے۔ بلکہ نائب اور سفارشی مراد ہے جیسا کہ اتّخذ کی تعبیر بتا رہی ہے۔ لقد جئتم شیئًا اِدًّا سے اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا تک مشرکین کے قول مذکور کی شناعت و قباحت کو نہایت زوردار الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ شیئًا اِدًّا بہت بڑی بھاری بات المنکر العظیم ھدًّا تخرّ کا مفعول مطلق ہے من غیر لفظہ ان ادعوا سے پہلے لام تعلیلیہ مقدر ہے ای لان دعوا حاصل یہ کہ انہوں نے ایسی شنیع اور گستاخانہ بات منہ سے نکالی ہے کہ اسے سن کر اگر آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہوجائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ تو کچھ بعید نہیں۔ اس گستاخانہ بات پر اگر غضب الٰہی بھڑک اٹھے۔ تو سارا نظام عالم درہم برہم ہوجائے۔ **۶۲** اس میں مشرکین کے قول فظیع کا رد ہے۔ یعنی زمین و آسمان کی تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے اور اس کے سامنے عاجز و منقاد ہے۔ جن کو مشرکین اللہ تعالیٰ کے ولد قرار دیتے ہیں۔ یعنی فرشتے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام وہ بھی اللہ کے مملوک، اس کے مطیع و فرمانبردار اور اس کے عاجز بندے ہیں۔ اس لئے وہ معبود ہونے اور صفات کارسازی میں اللہ کے نائب ہونے کے لائق نہیں ہوسکتے۔ والمراد انّه ما من معبود لھم فی السّمٰوٰت والارض من الملٰٓئکۃ والناس اِلّا وھو یاتی الرحمٰن ای یاوی الیه ویلتجی الی ربوبیته عبدًا منقادًا مطیعًا خاشعًا راجیًا کما یفعل العبید (کبیر ج ۵ ص ۵۳) **۶۳** وہ سب اللہ تعالیٰ کے احاطۂ علم و قدرت میں ہیں۔ ان کے تمام حالات کو جانتا ہے۔ وَکلّھم اٰتیه یوم القیٰمۃ فردًا قیامت کے دن ان میں سے ہر ایک اللہ تعالیٰ کے سامنے اکا و تنہا حاضر ہوگا اور اس کیساتھ کوئی سفارشی اور یار و مددگار نہیں ہوگا. بعض نے کہا ہے۔ کہ مراد یہ ہے کہ ہر عابد و معبود ایک دوسرے سے جدا ہوگا۔ ای کل واحد من اھل السّمٰوٰت والارض العابدین والمعبودین اٰتیهٖ عزّوجلّ منفردًا عن الاٰخر فینفرد العابدون عن الاٰلھۃ التی زعموا انّھا انصارًا وشفعآء والمعبودون عن الاتباع الذین عبدوھم الخ (روح ج ۱۶ ص ۱۴۲) **۶۴** مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اپنی محبت ڈال دے گا. یا خود ان سے محبت کرے گا. یا لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دے گا۔ **۶۵** یہ تمام سورت سے متعلق ہے۔ اور اس آیت میں نہایت اختصار سے اس مضمون کو ذکر کیا گیا ہے، جو سورہ کہف کی ابتدائی

آیتوں میں مذکور ہے۔ یعنی شرک سے بچنے والوں اور اللہ تعالیٰ کی طرف اتخاذ ولد کی نسبت سے احتراز کرنے والوں کو خوشخبری سنانا اور اللہ تعالیٰ کی طرف ولد اور نائب کی نسبت کرنے والے مشرکین کو ڈرسنانا۔ یہاں پہلی جماعت کو المتقین سے اور دوسرے فریق کو قَوۡمًا لُّدًّا سے تعبیر کیا گیا۔ ٦٦ یہ تخویف دنیوی ہے۔ اس میں خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ تخویف مشرکین کے ضمن میں حضور علیہ السلام سے ان کی ہلاکت کا وعدہ بھی ہے۔ یعنی اس سے قبل ایسے بے شمار معاندین کو ہلاک کر چکے ہیں جن کا دنیا سے نام ونشان مٹ چکا ہے۔ اور ان کا ذکر اذکار بالکلیہ محو ہو چکا ہے، آپ کے دشمنوں کا بھی یہی حشر ہوگا۔ والمعنی اھلکنٰھم بالکلیۃ واستأصلناھم بحیث لا ترٰی منھم احدًا ولا تسمع منھم صوتا خفیا فضلًا عن غیرہ (روح ج ١٦ ص ١٤٤)

سورۂ مریم میں آیاتِ توحید اور اسکی خصوصیات

١۔ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ ذِکۡرُ رَحۡمَتِ رَبِّکَ عَبۡدَهٗ زَکَرِیَّا۔ الیٰ آخر الآیات۔ نفی تصرف از زکریا علیہ السلام۔

٢۔ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ لِاَهَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (ع ٢) جبریل علیہ السلام متصرف نہ تھے محض پیغام رساں تھے۔

٣۔ مَا کَانَ لِلّٰهِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۔۔۔ تا ۔۔۔ کُنۡ فَیَکُوۡنُ نفی شرک فی التصرف۔

٤۔ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیۡ وَرَبُّکُمۡ ۔۔۔ تا ۔۔۔ فَاخۡتَلَفَ الۡاَحۡزَابُ مِنۡۢ بَیۡنِهِمۡ مسئلہ توحید تو بالکل واضح ہے لیکن مشرک پیشواؤں نے اس میں اختلاف ڈال دیا۔

٥۔ وَاذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ اِبۡرٰهِیۡمَ (ع ٣) ۔ تا ۔ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُکِیًّا (ع ٤) نفی الوہیت از انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

٦۔ فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (ع ٤) مسئلہ توحید میں مشرک گدی نشینوں اور راہنماؤں نے اختلاف ڈال دیا۔

٧۔ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمۡرِ رَبِّکَ ۔۔۔ تا ۔۔۔ وَمَا کَانَ رَبُّکَ نَسِیًّا۔ (ع ٤) نفی الوہیت از ملائکہ۔

٨۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۔۔۔ تا ۔۔۔ هَلۡ تَعۡلَمُ لَهٗ سَمِیًّا نفی شرک فی التصرف۔

٩۔ وَاتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً ۔۔۔ تا ۔۔۔ وَیَکُوۡنُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ ضِدًّا (ع ٥) نفی شرک فی التصرف۔ یہ آیت بزرگوں کی الوہیت کی نفی کر رہی ہے۔

١٠۔ لَا یَمۡلِکُوۡنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا (ع ٦) نفی شفاعت قہری۔

١١۔ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ۔۔۔ تا ۔۔۔ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا نفی شرک فی التصرف۔ شرک اتنا بڑا گناہ ہے کہ مشرک شرک کرکے نظام کائنات کو بگاڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

١٢۔ اِنۡ کُلُّ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اِلَّاۤ اٰتِی الرَّحۡمٰنِ عَبۡدًا نفی الوہیت از انبیاء علیہم السلام و اولیاء و ملائکہ کرام۔

(آج بتاریخ ٦/رجب المرجب ١٣٩٤ھ بروز بدھ مطابق ١١/نومبر ١٩٦٤ء سورہ مریم کی تفسیر ختم ہوئی۔ فالحمد للہ تعالیٰ اولاً و آخراً والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ دائماً ابداً۔)

سورۂ طٰہ ۱؎

ربط | سورۂ طٰہ کو سورۂ مریم کے ساتھ نامی ربط یہ ہے کہ سورۂ مریم میں حضرت مریم کے احوال سے معلوم ہوگیا کہ وہ متصرف وکارساز نہ تھیں اب سورہ طٰہ میں کہا گیا اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ یعنی اے موسیٰ علیہ السلام میں ہی سب کا کارساز ہوں لہٰذا مجھے ہی پکارو۔ معنوی ربط یہ ہے۔ مسئلہ توحید کے بارے میں جس قدر شبہات تھے، سورۂ کہف اور سورۂ مریم میں ان کا جواب دے دیا گیا اس کے بعد سورۂ طٰہ میں کہا گیا کہ اب مسئلہ توحید کی خوب خوب تبلیغ کرو اور اس سلسلے میں جس قدر مصائب آئیں ان کو مردانہ وار برداشت کرو۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے توحید کی خاطر فرعون اور اس کی قوم کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں اور مصیبتیں برداشت کیں۔

خلاصہ | سورۂ طٰہ میں دو مضمون مذکور ہیں۔ اول توحید دوم تشجیع۔

مسئلہ توحید

اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب اور متصرف وکارساز ہے لہٰذا حاجات میں غائبانہ صرف اسی کو پکارو۔ آیات توحید پانچ ہیں۔ (۱) تَنْزِیْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ تا ــــ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (ع ۱) توحید کی خاطر اگر کوئی تکلیف آجائے تو کیا ہوا یہ حکم نامہ اس بادشاہ کا ہے جو ساری کائنات کا خالق ومالک اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۲) اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرو کیونکہ متصرف ومختار اور عالم الغیب وہی ہے (۳) قَالَ رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ ــــ تا ــــ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی (ع ۲) پیدا کرنا اور مخلوق کو روزی دینا اسی کا کام ہے لہٰذا کارساز بھی وہی ہے۔ (۴) اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْہِمْ قَوْلًا وَّلَا یَمْلِکُ لَہُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا (ع ۴) یہ گوسالہ نفع نقصان کا مالک نہیں اور الٰہ وہی ہو سکتا ہے جو متصرف اور نافع و ضار ہو۔ (۵) اِنَّمَآ اِلٰـہُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (ع ۵) متصرف ومختار اور عالم الغیب وہی ہے لہٰذا کارساز بھی وہی ہے۔ اس کے بعد فَتَعٰلَی اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ (ع ۶) میں آیات توحید کا ثمرہ ذکر کیا گیا ہے۔ کہ مذکورہ بیان سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ ہی عظیم الشان اور عالی مرتبہ بادشاہ ہے اور اس کا کوئی ہمسر نہیں، وہی سب کا کارساز اور حاجت روا ہے۔

آیات تشجیع

آیات تشجیع بھی پانچ ہیں جن کا مقصد جرأت دلانا اور شجاعت اور بہادری سے مسئلہ توحید کی تبلیغ کرنے کی ترغیب وتعلیم دینا ہے۔ (۱) مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی (ع ۱) یہ قرآن آپ پر اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں یہ تو ڈرنے والوں کے لئے نصیحت وتذکرہ ہے۔ لیکن توحید کی وجہ سے اگر کوئی تکلیف آجائے تو صبر کرنا۔ (۲) وَھَلْ اَتٰىکَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ــــ تا ــــ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے بھی توحید کی خاطر کس قدر مصائب برداشت کئے آپ بھی اعلاء کلمۃ اللہ میں ہر مصیبت پر صبر کریں۔ (۳) کَذٰلِکَ نَقُصُّ عَلَیْکَ ــــ تا ــــ اٰتَیْنٰکَ مِنْ لَّدُنَّا ذِکْرًا (ع ۵) یعنی ہم پہلے انبیاء علیہم السلام کے قصے اسی لئے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ تبلیغ احکام الٰہی کی خاطر انہوں نے کس قدر تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھائیں۔ (۴) وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ ــــ تا ــــ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا (ع ۶) وحی کو یاد کرنے میں آپ جلدی نہ کریں ہم آپ کو یاد کرا دیں گے۔ نیز خیال رہے آدم علیہ السلام کی طرح آپ کے عزم میں کمزوری نہ آنے پائے۔ (۵) فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ ــــ تا ــــ لَعَلَّکَ تَرْضٰی (ع ۸) کوئی بھی مصیبت آجائے اس پر صبر اور اللہ کی تسبیح وتحمید کرتے رہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس صبر پر اس قدر اجر عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔

اس سلسلے میں دو قصے بھی ذکر کئے گئے ہیں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا حضرت آدم علیہ السلام کا۔ پہلا قصہ تفصیل کے ساتھ اور دوسرا اختصار کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جرأت، بہادری اور عزم واستقلال کے ساتھ مسئلہ توحید کی تبلیغ کرو۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی مانند تمہارے عزم میں کسی قسم کی کمزوری نہ آنے پائے۔ آخر میں فرمایا۔ وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ یعنی مشرکین کی کثرت دولت اور مال ومنال کی پروا نہ کرتے ہوئے مسئلہ توحید کی تبلیغ کئے جاؤ۔ پھر وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا سے امر مصلح نماز کا ذکر کیا گیا۔ ۲؎ یہ حروف مقطعات میں سے ہیں ان کی اصل مراد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ۳؎ یہ پہلی آیت تشجیع ہے۔ یعنی ہم نے آپ پر قرآن مجید صرف اس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑیں اور اس کی وجہ سے مصائب ومشکلات میں مبتلا ہو جائیں۔ اسلئے آپ لوگوں کے نہ ماننے سے غم نہ کریں اور تذکیر وتبلیغ کرتے رہیں۔ لِتَشْقٰی، لتتعب لفرط تاسفک علیہم وعلی کفرھم وتحسرک علی ان لا یؤمنوا (مدارک ج ۳ ص ۳۳) جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ (کہف ع ۱) بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضور علیہ السلام کثرت صلوٰۃ میں اس قدر تکلیف اٹھاتے کہ آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ واقعہ اگرچہ اپنی جگہ درست ہے لیکن آیت کی تفسیر کے مناسب وہی بات ہے جو ہم نے پہلے بیان کی ہے۔ لیکن اس کی تبلیغ واشاعت میں اگر کوئی مصیبت اور تکلیف آ بھی جائے۔ تو کوئی بات نہیں اسے مردانہ وار برداشت کریں۔ کیونکہ یہ حکم نامہ اس شہنشاہ کا ہے جو ساری کائنات کا خالق ومالک ہے اور ہر چیز کو جاننے والا ہے اگر اس کی راہ میں کوئی تکلیف آجائے۔ تو کیا ہوا ؎

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنینِ عالم است ــــ ناز کی کے راست آید بلد می باید کشید

ف۴ یہ پہلی آیت توحید ہے۔ یہاں دو دعوے مذکور ہیں۔ پہلا یہ کہ ساری کائنات میں متصرف و مختار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ دوسرا یہ کہ عالم الغیب بھی صرف وہی ہے۔ لہٰذا غائبانہ حاجات میں اسی کو پکارو۔ تَنْزِيْلًا، نُزِّلَ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى زمین و آسمان کو اسی نے پیدا کیا اور تخت شاہی پر بھی وہ خود ہی متمکن ہے۔ تمام کائناتِ عالم اسی کے تصرف و اختیار میں ہے اور اس نے کوئی اختیار کسی کے حوالے نہیں کیا۔ استوار علی العرش حکومت و سلطنت سے کنایہ ہے جعلوہ کنایۃ عن الملک فقالوا استوی فلان علی العرش ای ملک (مدارک ج ۳ ص۳۵) استوار علی العرش کی مفصل تحقیق سورہ اعراف کی تفسیر میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ حاشیہ نمبر ۶۳۔ ف۵ یہ ماقبل ہی کی توضیح و تائید ہے۔ تمام نظام عالم اسی کے قبضے میں ہے۔ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ الخ وہ سب کچھ جانتا ہے۔ ظاہر و باطن اور سر و علانیہ اس کو یکساں طور پر معلوم ہیں۔ سب کی دعائیں اور پکاریں وہی سنتا ہے وَاِنْ تَجْهَرْ شرط کی جزار محذوف ہے اور فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى جملہ ماقبل کی علت اور جواب محذوف کے قائم مقام ہے فانہ الخ قائم مقام جواب الشرط ولیس الجواب فی الحقیقۃ والاصل عند البعض وان تجھر بالقول فاعلم ان اللہ یعلمہ فانہ یعلم السر واخفی الخ (روح ج ۱۶ ص۱۴۷)

ف۶ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ماقبل کی علت ہے اور تقدیم ظرف افادہ حصر کے لئے ہے یعنی اس کے سوا کوئی عبادت اور پکار کے لائق نہیں اس لئے اسی کو پکارو کیونکہ اسی کی صفتیں بے شمار ہیں۔ جس صفت سے چاہو، اس کو پکارو۔ اللہ تعالیٰ کا اسم ذاتی تو ایک ہے یعنی اللہ البتہ اس کے صفاتی نام لاتعداد ہیں۔ الاسماء الحسنیٰ (بہت ہی اچھے نام) سے یہاں صفاتی نام ہی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے جب بھی دعا مانگی جائے اس کے انہی ناموں کے واسطے اور وسیلے سے مانگنی چاہئے۔ جیسا کہ سورہ اعراف ع ۲۲ میں ہے وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

ف۷ یہ دوسری آیت تشجیع ہے اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا کہ دیکھو مسئلہ توحید کی تبلیغ کے لئے انہوں نے کس قدر مصائب اٹھائے۔ لہٰذا آپ بھی اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر جس قدر تکلیفیں آئیں۔ ان پر صبر کریں۔ مسوق لترغیب النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی الائتساء بموسی علیہ السلام فی تحمل اعباء النبوۃ والصبر علی مقاساۃ الخطوب فی تبلیغ احکام الرسالۃ (روح ج ۱۶ ص۱۶۷)۔

الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ۝٤ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى
زمین اور آسمان اونچے وہ بڑا مہربان

الْعَرْشِ اسْتَوٰى ۝٥ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
عرش پر قائم ہوا ف۵ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ۝٦ وَاِنْ
زمین میں اور ان دونوں کے درمیان اور نیچے گیلی زمین کے اور اگر

تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ۝٧ اَللّٰهُ
تو بات کہے پکار کر تو اس کو تو خبر ہے چھپی ہوئی بات کی اور اس سے بھی چھپی ہوئی کی

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۝٨ وَهَلْ اَتٰىكَ
اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی ف۶ اسی کے ہیں سب نام خاصے ف۷ اور پہنچی ہے تجھ کو ف۸

حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝٩ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا
بات موسیٰ کی جب اس نے دیکھی ایک آگ ف۹ تو کہا اپنے گھر والوں کو ٹھہرو

اِنِّىْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ
میں نے دیکھی ہے ایک آگ شاید لے آؤں تمہارے پاس اس میں سے سلگا کر یا پاؤں

عَلَى النَّارِ هُدًى ۝١٠ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ۝١١
آگ پر پہنچکر رستہ کا پتہ ف۳ پھر جب پہنچا آگ کے پاس آواز آئی اے موسیٰ

اِنِّىْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ
میں ہوں تیرا رب سو اتار ڈال اپنی جوتیاں تو ہے پاک میدان

طُوًى ۝١٢ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ۝١٣ اِنَّنِيْٓ
طویٰ میں ف۴ اور میں نے تجھ کو پسند کیا ف۹ سو تو سنتا رہ جو حکم ہو میں جو ہوں

اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ
اللہ ہوں ف۱۰ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو میری بندگی کر اور نماز قائم رکھ

ف۸ یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کی ابتدا ہوتی ہے۔ جب وہ اپنی زوجہ مطہرہ کے ساتھ حضرت شعیب علیہ السلام سے رخصت ہو کر مصر

موضح قرآن ف۱ چھپا جو آہستہ بولے اور اس سے چھپا جو دل ہی میں ہو۔ ف۲ کافر جب رحمٰن سنتے تو کہتے تم ایک کو ٹھہراؤ کبھی کسی کو پکارتے ہو کبھی کسی کو۔ ف۳ یہ قصہ سورۂ قصص اور طٰہٰ اور اعراف میں پورا معلوم ہوا جب حضرت موسیٰ مدین سے مصر کو آنے لگے، عورت اور بکریاں ساتھ لے کر جنگل میں رات کی سردی میں راہ بھولے اور عورت کو جننے کا درد ہوا دور سے آگ نظر آئی وہ آگ نہ تھی اللہ کا نور تھا انسے کلام کیا اور نبی کر کر فرعون کی طرف بھیجا پیچھے عورت اپنے باپ کے گھر پہنچ رہی۔ ف۴ میدان آگے سے شاید بزرگ تھا یا اب ہو گیا ان کی پاپوشیں ناپاک تھیں یہود یہ نہیں سمجھے، پاک موزہ پاپوش بھی نماز میں اتارتے ہیں ہمارے پیغمبر نے فرمایا تم نماز پڑھو موزے سے پاپوش سے اگر پاک ہوں۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی جہر را بطریق اولیٰ میداند ۱۲۔

کو روانہ ہوئے۔ تو راستہ میں یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ ایک اندھیری رات میں بیوی صاحبہ کے بچہ پیدا ہوا۔ سردی شدت کی تھی۔ اور اندھیرا بھی تھا ایسے وقت میں آگ اور روشنی کی اشد ضرورت تھی۔ ایک طرف آگ دیکھی تو اہلیہ محترمہ سے فرمایا۔ تم ٹھہرو۔ میں وہاں سے آگ لاتا ہوں۔ جب وہ آگ کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ آگ ایک درخت کے سبز پتوں سے نکل رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود پتے سرسبز ہیں۔ جب کسی طریقے سے آگ حاصل کرنے کی کوشش کی تو اس درخت سے ایک غائبانہ آواز آئی اِنّی اَنَا رَبُّكَ ------ اے موسیٰ میں تیرا رب ہوں۔ جوتیاں اتار دے کیونکہ تو ایک پاکیزہ جگہ میں ہے۔ طوی یہ اس وادی کا نام ہے۔ **۹** میں نے تمہیں رسالت

لِذِكْرِي ⑭ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ
میری یادگاری کو قیامت بیشک آنے والی ہے **ف۱** میں مخفی رکھنا چاہتا ہوں اس کو تاکہ بدلہ ملے
كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ⑮ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا
ہر شخص کو جو اس نے کمایا ہے **ف۱** سو کہیں تجھ کو نہ روک دے اس سے وہ شخص جو
يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ⑯ وَمَا تِلْكَ
یقین نہیں رکھتا اس کا اور پیچھے پڑ رہا ہے اپنے مزوں کے پھر تو بھی پٹکا جائے **ف۲** اور یہ کیا ہے **۱۲**
بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ⑰ قَالَ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ
تیرے داہنے ہاتھ میں اے موسیٰ بولا یہ میری لاٹھی ہے اس پر ٹیک لگاتا ہوں
عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ⑱
اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے اپنی بکریوں پر اور میرے اس میں چند کام ہیں اور بھی
قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ⑲ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ
فرمایا ڈال دے اس کو اے موسیٰ تو اس کو ڈال دیا پھر اسی وقت وہ تو سانپ ہو گیا
تَسْعَىٰ ⑳ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا
دوڑتا ہوا فرمایا پکڑ لے اس کو اور مت ڈر ہم ابھی پھیر دینگے اس کو پہلی
الْأُولَىٰ ㉑ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ
حالت پر **ف۳** اور ملا لے اپنا ہاتھ **۱۳** اپنی بغل سے کہ نکلے سفید ہو کر
مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ㉒ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا
بلا عیب یہ نشانی دوسری **ف۴** تاکہ دکھاتے جائیں ہم تجھ کو **۱۴** اپنی نشانیاں
الْكُبْرَى ㉓ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ㉔ قَالَ
بڑی جا طرف فرعون کی **۱۵** کہ اس نے بہت سر اٹھایا بولا
رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ㉕ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ㉖ وَ
اے رب **۱۶** کشادہ کر میرا سینہ اور آسان کر میرا کام اور

وقف لازم

ع ۱ / ۲۴ / ۱۰

م ۱۲ تخویف اخروی ۱۳
م ۲ موسیٰ علیہ السلام کی پہلی درخواست
م ۳ دوسری درخواست ۱۲

و نبوت کے لئے چن لیا ہے۔ لہٰذا اب میری باتوں پر کان دھر اور ان کو غور سے سن۔ **۱۰** یہ توحید کی دوسری آیت ہے۔ وہ پیغام جس کی تبلیغ کے لئے تمہیں رسالت سے سرفراز کیا گیا ہے یہ ہے کہ میرے سوا اور کوئی متصرف و کارساز نہیں۔ لہٰذا میری ہی عبادت کرنا اور صرف مجھے ہی پکارنا۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِکْرِیْ اس میں امر مصلح نماز کا ذکر ہے۔ لِذِکْرِیْ یہ اَقِمْ کے متعلق ہے یعنی توحید کے بعد میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔ ای حافظ بعد التوحید علی الصلٰوۃ (قرطبی جلد ۱۱ ص ۱۷۷) یا لام اجلیہ ہے۔ ای اقم الصلٰوۃ لاجل توحیدی یعنی تبلیغ توحید پر ثبات و استقلال کی خاطر نماز قائم کرو۔ کیونکہ نماز مصائب و شدائد برداشت کرنے میں ممد و معاون ہے۔ **۱۱** یہ تخویف اخروی ہے۔ اَکَادُ اُخْفِیْهَا حضرت عبداللہ بن عباس اور اکثر مفسرین نے فرمایا ہے اس کا مطلب یہ ہے۔ اکاد اخفیہا من نفسی فکیف یعلمہا مخلوق و کیف اظہرہا لکم (خازن ج ۴ ص ۲۱۵، قرطبی ج ۱۱ ص ۱۸۵ وغیرہ)، یعنی اگر ممکن ہوتا تو قیامت کے معین وقت کا علم میں اپنی ذات سے بھی پوشیدہ رکھتا۔ اس لئے مخلوق میں سے اسے کوئی نہیں جان سکتا۔ یہ محاورہ ہے جب کسی بات کے کتمان میں مبالغہ مقصود ہو تو اس وقت یہ محاورہ بولتے ہیں۔ وھذا المحمول علی ما جرت بہ عادۃ العرب من ان احدھم اذا اراد المبالغۃ فی کتمان الشیٔ قال کدت اخفیہ من نفسی (روح ج ۱۶ ص ۱۵۶) **۱۲** اس سے مقصود لاٹھی کی تعیین کرانا ہے کہ یہ وہی لاٹھی ہے جس سے تم یہ کام لیتے ہو کہا وہی ہے تو فرمایا اَلْقِهَا اسے زمین پر ڈال دو۔ لاٹھی کا زمین پر پھینکنا تھا۔ کہ وہ اژدھا بن کر دوڑنے لگا۔ حکم ہوا ڈرو مت اسے پکڑ لو۔ ہم اس کو پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ یہ ایک معجزہ تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا۔ **۱۳** یہ دوسرا معجزہ تھا۔ یعنی اپنا ہاتھ بغل میں ڈال کر باہر نکالو وہ روشن اور سفید ہو گا۔ ان دونوں معجزوں کا تجربہ وہیں وادی طوٰی میں کرا دیا۔ تاکہ ان کو پہلے سے ان کی حقیقت کا عین الیقین حاصل ہو جائے۔ اور جب ضرورت پیش آئے تو وہ بلا جھجک انہیں پیش کر سکیں۔ **۱۴** یہ فعل مقدر کے متعلق ہے ای فعلنا ما فعلنا لنریك (روح

موضح قرآن **ف۱** موسیٰ علیہ السلام کو بھی پہلے وحی میں نماز کا حکم ہے اور ہمارے پیغمبر کو بھی رَبَّكَ فَكَبِّرْ اور قیامت کو چھپاتا ہوں وقت کسی نہیں بتایا۔ **ف۲** نہ روک دے اس سے یعنی قیامت کے یقین لانے سے یا نماز سے جب اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو برے کی صحبت سے منع کیا تو اور کوئی کیا ہے۔ **ف۳** یعنی پھر لاٹھی ہو جاوے گی۔ **ف۴** بری طرح یعنی آزار سے سفید نہیں۔

من اٰیٰتنا۔ اس سے دریائے نیل میں بارہ راستوں کا نمودار ہونا، بنی اسرائیل کا ان سے صحیح سلامت گذر جانا اور فرعون کا مع لاؤ لشکر غرق ہو جانا مراد ہے۔ قالہ الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ۔ **۱۵ف** طغیٰ الخ طغیان سے ہے جس کے معنی انتہائی سرکشی کے ہیں۔ فرعون کی سرکشی کی انتہا یہ تھی کہ اس نے خود خدائی کا دعویٰ کر رکھا تھا چنانچہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی اور مَا عَلِمْتُ لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرِیْ اس کا اعلان تھا۔ **۱۶ف** جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ انہیں ایک بہت بڑے کام پر بھیجا جا رہا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اسباب کی تسہیل اور اس کام کی تکمیل کے سلسلے میں پانچ درخواستیں کیں (۱) رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ

وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ﴿۲۷﴾ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ

اور کھول دے گرہ **۱۷ف** میری زبان سے کہ سمجھیں میری بات **ف۱** اور دے

لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ﴿۲۹﴾ هٰرُوْنَ اَخِی ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهٖۤ

مجھ کو ایک کام بٹانے والا **۱۸ف** میرے گھر کا ہارون میرا بھائی اس سے مضبوط کر

اَزْرِیْ ﴿۳۱﴾ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ﴿۳۲﴾ كَیْ نُسَبِّحَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۳﴾

میری کمر اور شریک کر اس کو میرے کام میں **ف۲** کہ تیری پاک ذات کا ہم بیان کریں بہت

وَّنَذْكُرَكَ كَثِیْرًا ﴿۳۴﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِیْرًا ﴿۳۵﴾ قَالَ

اور یاد کریں ہم تجھ کو بہت سا **۱۹ف** تو تو ہے ہم کو خوب دیکھتا فرمایا

قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ

ملا تجھ کو **۲۰ف** تیرا سوال اے موسیٰ اور احسان کیا تھا ہم نے تجھ پر

مَرَّةً اُخْرٰۤی ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤی اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤی ﴿۳۸﴾

ایک بار اور بھی جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو جو آگے سناتے ہیں **ف۳**

اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ

کہ ڈال اس کو صندوق میں پھر اس کو ڈال دے دریا میں

فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ

پھر دریا اس کو لے ڈالے کنارے پر اٹھا لے اس کو ایک دشمن میرا اور

عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَاَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬ وَلِتُصْنَعَ

اس کا اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے **۲۱ف** اور تاکہ پرورش پائے تو

عَلٰی عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾ اِذْ تَمْشِیْۤ اُخْتُكَ فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ

میری آنکھ کے سامنے **ف۴** جب چلنے لگی تیری بہن **۲۲ف** اور کہنے لگی میں بتاؤں تم کو

عَلٰی مَنْ یَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰۤی اُمِّكَ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا

ایسا شخص جو پالے اس کو پھر پہنچا دیا ہم نے تجھ کو تیری ماں کے پاس کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ

شرح صدر سے مراد یہ ہے کہ ان کے سینے کو نور سکینہ و طمانیت سے معمور کر دیا جائے تاکہ وہ بتقاضائے بشریت اس کام سے بیدل نہ ہوں اور کبھی نہ اکتائیں۔ اور شدائد و مصائب کی وجہ سے ان کے دل میں اضطراب اور بے چینی پیدا نہ ہو۔ (۲) وَیَسِّرْ لِیْۤ اَمْرِیْ اور یہ تبلیغ رسالت کا کام میرے لئے آسان فرما دے۔ **۱۷ف** یہ تیسری درخواست ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن میں فرعون کی گود میں تھے۔ تو انہوں نے اس کے منہ پر تھپڑ مار دیا۔ اور اس کی ڈاڑھی کے بال بھی نوچ ڈالے اس پر فرعون نے برہم ہو کر کہا۔ کہ یہ تو میرا دشمن ہوگا۔ اور ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ فرعون کی بیوی آسیہ نے کہا وہ نادان بچہ ہے۔ جو آگ اور جواہرات میں بھی تمیز نہیں کر سکتا۔ چنانچہ فوراً دہکتے کوئلوں کا ایک طشت اور جواہرات کا ایک طشت لا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیئے گئے۔ انہوں نے ہاتھ جواہرات کی طرف بڑھایا۔ جبریل علیہ السلام نے ان کا ہاتھ آگ کے طشت میں رکھ دیا۔ انہوں نے ایک دہکتا ہوا کوئلہ منہ میں رکھ لیا۔ جس سے زبان جل گئی اور اس کی وجہ سے ان کی زبان میں گرہ پڑ گئی اور وہ ہکلا کر بات کرتے تھے۔ یہاں اس گرہ کے کھولنے کی دعا کی۔ (قرطبی، روح وغیرہ) **۱۸ف** یہ چوتھی درخواست ہے۔ میرے بھائی ہارون علیہ السلام کو بھی اس مہم میں میرا شریک بنا دے تاکہ دونوں مل کر اس کام کو سرانجام دے سکیں۔ اُشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ، اَزر کے معنی قوت کے ہیں۔ الازر القوة الشدیدة (مفردات ص۱۵) یعنی میرے بھائی کو میرے کام میں شریک کر کے میری قوت کو مضبوط کر دے۔ یا ازر کے معنی ظہر (کمر) ہے۔ یعنی میری کمر مضبوط فرما۔ (اشدد بہ ازری ای ظہری (قرطبی ج ۱۱ ص۱۹۳) وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ یہ پانچویں درخواست ہے یعنی ہارون کو نبوت اور تبلیغ میں میرا شریک

موضح قرآن **ف۱** سینہ کشادہ کر یعنی جلد خفا نہ ہوں اور زبان لڑکائی میں جل گئی تھی صاف نہ بول سکتے تھے۔ **ف۲** ایسے بڑے پیغمبروں کو خلق کی طرف بہت خیال نہیں ہوتا ایک پیش کار چاہیئے کہ خلق کو سمجھ میں سمجھاوے ہمارے پیغمبر کے آگے ابوبکر تھے۔ اول پیغمبری کے وقت بہت لوگ ان کے سمجھائے سے ایمان میں آئے۔ **ف۳** اُن کی ماں کو یہ بات خواب میں کہی اس سے وہ پیغمبر نہیں ہو گئیں **ف۴** فرعون اس برس بنی اسرائیل کے بیٹے مارتا تھا جب موسیٰ پیدا ہوئے ان کی ماں ڈری کہ فرعون کے پیادے خبر پاویں تو مار بھی ڈالیں اور ماں باپ کو ستاویں کہ ظاہر کیوں نہ کیا، تب خواب میں یہ دیکھا صندوق نہر میں ڈال دیا، وہ فرعون کے باغ میں پہنچا اس کی بی بی نے اُٹھایا اُن کا نام آسیہ تھا وہ تھیں بنی اسرائیل میں کی پھر فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آئی اور اپنا بیٹا کر کر پالا۔

بنادے۔ ۱۹ یہ مذکورہ دعاؤں کی غایت ہے۔ تسبیح اور ذکر سے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت مراد ہے۔ والمراد مایکون منہما فی تضاعیف اداء الرسالۃ ودعوۃ المردۃ العتاۃ الی الحق (روح ج ۱۶ ص ۱۸۵) ۲۰ اس میں موسیٰ علیہ السلام کو ان کی دعا قبول ہونے کی خوشخبری سنائی اور ان کی پانچ درخواستوں کے جواب میں پانچ انعامات کا ذکر فرمایا جو اُن پہ اللہ تعالیٰ نے پہلے کئے تھے۔ اِذْ اَوْحَیْنَآ الخ یہ پہلا انعام ہے۔ فرعون نے حکم دے رکھا تھا کہ اسرائیلیوں کے یہاں جو بھی لڑکا پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔ اسی دوران میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ آپ کی والدہ متفکر تھیں کہ اگر فرعون کے آدمیوں کو میرے

وَلَا تَحْزَنَ ۬ؕ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّیْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ
اور غم نہ کھائے اور تو نے مار ڈالا ایک شخص کو ۲۳ پھر بچا دیا ہم نے تجھ کو اس غم سے اور
فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا ۬ قف فَلَبِثْتَ سِنِیْنَ فِیْٓ اَهْلِ مَدْیَنَ ۬
جانچا ہم نے تجھ کو ایک ذرا جانچنا ۔ پھر ٹھہرا رہا تو کئی برس ۲۴ مدین والوں میں
ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ یّٰمُوْسٰى (۴۰) وَ اصْطَنَعْتُكَ
پھر آیا تو تقدیر سے اے موسیٰ اور بنایا میں نے تجھ کو
لِنَفْسِیْ (۴۱) اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰیٰتِیْ وَ لَا تَنِیَا
خاص اپنے واسطے ۲۵ جا تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر اور سستی نہ کریو
فِیْ ذِكْرِیْ (۴۲) اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى (۴۳)
میری یاد میں جاؤ طرف فرعون کی اس نے بہت سر اٹھایا
فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّیِّنًا لَّعَلَّهٗ یَتَذَكَّرُ اَوْ یَخْشٰى (۴۴) قَالَا
سو کہو اس سے ۲۶ بات نرم شاید وہ سوچے یا ڈرے بولے
رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یَّفْرُطَ عَلَیْنَآ اَوْ اَنْ یَّطْغٰى (۴۵)
اے رب ہمارے ہم ڈرتے ہیں کہ بھبک پڑے ہم پر یا جوش میں آجائے
قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ اَرٰى (۴۶) فَاْتِیٰهُ
فرمایا نہ ڈرو ۲۷ میں ساتھ ہوں تمہارے سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں سو جاؤ اسکے
فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْٓ
پاس اور کہو ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے سو بھیج دے ہمارے ساتھ بنی
اِسْرَآءِیْلَ ۬ۙ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰیَةٍ مِّنْ
اسرائیل کو اور مت ستا ان کو ہم آئے ہیں تیرے پاس نشانی لے کر
رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (۴۷) اِنَّا قَدْ
تیرے رب کی اور سلامتی ہو اس کی جو مان لے راہ کی بات ہم کو

بچے کا پتہ چل گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں یہ تدبیر ڈال دی کہ وہ بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں پھینک دے اَوْحَیْنَآ یعنی ہم نے اس کے دل میں یہ بات ڈال دی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے ایسا ہی کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے محل کے قریب وہ صندوق کنارے لگا دیا۔ اور ملازموں نے صندوق پکڑ کر فرعون کے سامنے پیش کر دیا۔ ۲۱ یعنی میں نے ہر ایک کے دل میں تمہاری محبت ڈال دی اور ہر ایک تجھ سے محبت کرنے لگا۔ وَلِتُصْنَعَ عَلٰی عَیْنِیْ اپنی نگرانی میں تیری تربیت ہو۔ ۲۲ یہ اللہ تعالیٰ کا دوسرا انعام ہے۔ جب بچے کو دودھ پلانے کے لئے بہت سی عورتیں بلائی گئیں۔ تو انہوں نے کسی کا دودھ نہیں پیا۔ یہاں تک کہ آپ کی ہمشیرہ نے یہ صورت حال دیکھ کر کہا کہ میں بھی تمہیں ایک عورت بتاتی ہوں اُسے لاؤ۔ شاید یہ بچہ اس کا دودھ پی لے۔ چنانچہ ان کی والدہ کو بلایا گیا۔ تو انہوں نے فوراً اس کا دودھ پینا شروع کر دیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی والدہ کی گود میں واپس کرنے کا سامان مہیا فرما دیا۔ ۲۳ یہ اللہ کا تیسرا انعام ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن باہر تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ایک قبطی اور ایک اسرائیلی آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مدد کی درخواست کی۔ تو انہوں نے آگے بڑھ کر قبطی پر ایسا ہاتھ چھوڑا کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جب اس واقعہ کی اطلاع حکام کو پہنچی۔ تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبطی کے بدلے قتل کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب ان کو اس بات کا علم ہوا تو وہ راتوں ہی رات مدین کو روانہ ہو گئے۔ اس طرح اللہ نے ان کو قتل سے محفوظ فرمایا۔

۲۴ یہ اللہ تعالیٰ کا چوتھا انعام ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین پہنچے تو وہاں ان کا کوئی واقف اور شناسا نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسباب مہیا فرمائے۔ تو ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام سے شناسائی اور پھر ان کی دامادی کا شرف حاصل ہو گیا۔ اور ایک عرصہ تک وہاں رہنے کے بعد واپس مصر آئے۔ ۲۵ یہ اللہ تعالیٰ کا پانچواں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر سب سے بڑا انعام ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو رسالت و نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ، انعامات یاد دلانے کے بعد فرمایا تم اور تمہارا بھائی دونوں معجزات کے ساتھ جاؤ۔ اور میرے ذکر اور میری توحید کی تبلیغ میں سستی ہرگز نہ کرنا۔ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ یہ پہلے اِذْهَبَآ سے بدل ہے۔ ۲۶ فرعون کے پاس جا کر اسے نرمی سے وعظ کرنا۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل

موضح قرآن ف۱ یہ سارا قصہ سورۂ قصص میں ہے۔

کرے یا اس کے دل میں خوفِ خدا آجائے تذکّر اور خشیۃ میں فرق یہ ہے کہ تذکر سے مراد یہ ہے کہ وہ تمہاری تبلیغ سے اس قدر متأثر ہو کہ انکار توحید سے باز
آجائے اور ساتھ ہی مسئلہ توحید کو مان بھی لے اور خشیہ سے مراد یہ ہے کہ یا کم از کم توحید کے انکار ہی سے باز آجائے لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى فليرجع من انكار
الى الاقرار وان ينتقل من الانكار الى الاقرار لكنه يحصل فى قلبه الخوف فيترك الانكار وان كان لا ينتقل الى الاقرار الخ
(کبیر ج ۶ ص۵۵) اور حضرت شیخ فرماتے ہیں تذکر سے مراد یہ ہے کہ معجزہ دیکھ کر مان لے۔ اور تخشّٰی سے مراد یہ ہے کہ معجزہ دیکھے بغیر ہی مان لے۔ پہلا درجہ اعلیٰ ہے اور دوسرا

اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۴۸﴾
حکم ملا ہے ف۲۸ کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے وہ
قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ
بولا پھر کون ہے رب تم دونوں کا ف۲۹ اے موسیٰ کہا رب ہمارا وہ ہے جس نے
اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ
دی ہر چیز کو اس کی صورت پھر راہ سجھائی ف۲ و ف۱ ف۳۰ بولا پھر کیا حقیقت ہے
الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ
ان پہلی جماعتوں کی ف۳۱ کہا ان کی خبر میرے رب کے پاس لکھی ہوئی ہے
لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
نہ بھٹکتا ہے میرا رب اور نہ بھولتا ہے ف۲ وہ ہے جس نے بنا دیا تمہارے واسطے ف۳۲
الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ
زمین کو بچھونا اور چلائیں تمہارے لئے اس میں راہیں اور اتارا
مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ
آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے طرح طرح کی
شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ
سبزی کھاؤ اور چراؤ اپنے چوپایوں کو البتہ اس میں نشانیاں ہیں
لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ
عقل رکھنے والوں کو ف۳ اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا ف۳۳ اور اسی میں تم کو پھر پہنچا دیتے ہیں
وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ
اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار اور ہم نے دکھلا دیں فرعون کو ف۳۴
اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا
اپنی سب نشانیاں پھر اس نے جھٹلایا اور نہ مانا بولا کیا تو آیا ہے ف۳۵ ہم کو نکالنے

ع ۲ / ۱۱

ادنیٰ قرآن مجید میں عام طور پر ایسا ہی ہوتا ہے۔ یعنی پہلے اعلیٰ پھر ادنیٰ درجہ مذکور ہوتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى (نازعات) نیز ارشاد ہے لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰىٓ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى (عبس)، قَالَا رَبَّنَا الخ قالا بصیغہ تثنیہ یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام نے کہا اے ہمارے پروردگار ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا۔ مراد یہ ہے کہ اتمام دعوت اور اظہار معجزات سے پہلے ہی ہمیں سزا دینے کی کوشش کرے گا۔ ای ان يعجل علينا بالعقوبة ولا يصبر الى اتمام الدعوة واظهار المعجزة (روح ج ۱۶ ص۱۹۶) ——— اَوْ اَنْ يَّطْغٰى الخ یا حد سے تجاوز کرے گا۔ یعنی کمال سرکشی اور بے باکی کے باعث۔ اے ہمارے پروردگار وہ تیری شان میں گستاخی کرے گا۔ او ان يزداد طغيانا الى ان يقول فى شانك ما لا ينبغى (روح) لیکن حضرت شیخ رح فرماتے ہیں دونوں میں فرق یہ ہے۔ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا یعنی دعوت پیش کرنے سے پہلے ہی ہم پر زیادتی کرے اَوْ اَنْ يَّطْغٰى یعنی دعوت پیش کرنے کے بعد ہمیں قتل کرا دے يفرط علينا بان لا يسمع منا او ان يطغى بان يقتلنا (کبیر ج ۶ ص۵۷) حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اللہ کے پیغمبر تھے اور اللہ تعالیٰ پر ان کو کامل بھروسہ بھی تھا۔ لیکن بتقاضائے بشریت ان کے دلوں میں خوف تھا، جس کا انہوں نے اظہار کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر اللہ سے ماتحت الاسباب خوف و ہراس شرک نہیں۔ ۲۷ اللہ تعالیٰ نے ان کو اطمینان دلا دیا کہ تم بے خوف و خطر جا کر میرا پیغام پہنچاؤ میری مدد تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ قال العلماء انما الخفهما
ما يلحق البشر من الخوف على انفسهما عرفهما الله سبحانه ان فرعون لا يصل اليهما ولا قومه (قرطبی ج ۱۱ ص۲۰۲)

موضح قرآن ف۱ یعنی کھانے پینے کا ہوش دیا بچے کو دودھ پینا وہ نہ سکھا دے تو کوئی نہ سکھا سکے۔ ف۲ فرعون شاید دہری مزاج تھا آدمیوں کی پیدائش سمجھتا تھا جیسے برسات کا سبزہ اوّل کسی نے پیدا کیا آپ ہی پیدا ہو گیا، نہ آخر باقی رہا گل کر مٹی ہو گیا جب سنا کہ سب کے سر پر ایک رب ہے تب یہ پوچھا کہ اگلی خلق کہاں گئی بتایا کہ ان کا حساب لکھا ہوا موجود ہے ایک ایک آدمی پھر حاضر ہوگا۔ ف۳ یہ اللہ کا کلام فرماتا ہے دہریوں کی آنکھ کھولنے کو اس کی تدبیریں اور قدرتیں دیکھو اگر عقل ہے تو سمجھ لوگے۔

فتح الرحمٰن ف۱ القصہ این پیغام رسانیدند فرعون را ۱۲ ف۲ بطلب معاش خود ش ۱۲۔

فَاْتِيٰهُ لہٰذا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے صاف کہہ دو ہم تیرے رب کے پیغمبر ہیں، اس لئے تم بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو اور ان کو عذاب مت دو۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے معجزات لے کر آئے ہیں اور یاد رکھو دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے سلامتی صرف اس شخص کے لئے ہے، جس نے وہ ہدایت قبول کر لی جو ہم لے کر آئے ہیں ای السلامۃ من العذاب فی الدارین لمن اتبع ذلک بتصدیق آیات اللہ تعالی الہادیۃ الی الحق (روح ج ۱۶ ص ۱۹۸) ۲۸ اسی طرح ہمیں وحی کے ذریعہ یہ اطلاع بھی دی گئی ہے کہ دنیا اور آخرت میں عذاب اس شخص

مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ
ہمارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اے موسیٰ سو ہم بھی لائینگے تیرے مقابلہ میں ایک ایسا ہی جادو
فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ
سو ٹھہرا لے ہمارے اور اپنے بیچ میں ایک وعدہ نہ ہم خلاف کریں اس کا اور نہ
اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ
تو ایک میدان صاف میں کہا وعدہ تمہارا ہے جشن کا دن
وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ
اور یہ کہ جمع ہوں لوگ دن چڑھے ف۱ پھر الٹا پھرا فرعون ۳۶ پھر جمع کئے
كَيْدَهٗ ثُمَّ اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا
اپنے سارے داؤ پھر آیا کہا ان کو موسیٰ نے کم بختی تمہاری جھوٹ نہ بولو
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ
اللہ پر پھر غارت کر دے تم کو کسی آفت سے اور مراد کو نہیں پہنچا جس نے
افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَاَسَرُّوا
جھوٹ باندھا ف۲ پھر جھگڑے اپنے کام پر ۳۷ آپس میں اور چھپ کر کیا
النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ
مشورہ بولے مقرر یہ دونوں جادوگر ہیں ۳۸ چاہتے ہیں کہ
يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ
نکال دیں تم کو تمہارے ملک سے اپنے جادو کے زور سے اور موقوف کرا دیں تمہارے
الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ
اچھے خاصے چلن کو سو مقرر کر لو اپنی تدبیر پھر آؤ قطار باندھ کر اور
اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ
جیت گیا آج جو غالب رہا بولے اے موسیٰ ۳۹ یا تو

پر آئے گا جس نے اللہ کی آیتوں اور اسکے رسولوں کی تکذیب کی اور ان کو قبول کرنے اور ان پر ایمان لانے سے اعراض کیا۔ ۲۹ جب حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام فرعون کے پاس جا کر اسکو پیغام حق سنا چکے تو فرعون نے ان سے سوال کیا۔ وہ تمہارا رب کون ہے، جس کے تم رسول ہو، جس کی توحید کی دعوت دیتے ہو۔ اور جس کے عذاب سے ڈراتے ہو۔ کیا میرے سوا کوئی اور بھی رب ہے؟ قَالَ رَبُّنَا الخ یہ تیسری آیت توحید ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس کا کوئی اسم علم ہے نہیں کہ میں کہہ دوں وہ فلاں ہے۔ اس کی صفات بے شمار ہیں، اور وہ صفات ہی سے پہچانا جاتا ہے۔ ہمارا رب وہ ہستی ہے جس نے سارے عالم کو پیدا کیا۔ ہر مخلوق کو ایک مخصوص ہیئت اور صورت عطا فرمائی۔ ای انہ یعرف بصفاتہ ولیس لہ اسم علم حتی یقال فلان بل ھو خالق العالم الخ (قرطبی ج ۱۱ ص ۲۰۴) ۳۰ پھر ہر مخلوق کو جو کچھ عطا فرمایا اس سے نفع حاصل کرنے کی اسے راہ بتائی اور اسے اپنی بقا اور حد کمال کو پہنچنے کی تدبیر سمجھائی ثم ھدی الی طریق الانتفاع والارتفاق بما اعطاہ وعرفہ کیف یتوصل الی بقائہ وکمالہ الخ (روح ج ۱۶ ص ۲۰۲ بحوالہ ابو السعود) ۳۱ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مسکت جواب سنا اور لاجواب ہو گیا۔ تو ایک نیا سوال کر ڈالا کہ اچھا پہلے لوگوں کا حال بتاؤ تو انہوں نے جواب دیا کہ ان کا علم میرے رب کو ہے۔ جو عالم الغیب ہے۔ میں عالم الغیب نہیں ہوں گذشتہ قرنوں کا علم لوح محفوظ میں ثابت ہے۔ ای مکتوب عند ربی فی اللوح المحفوظ (بحر ج ۶ ص ۲۴۹)

اور لوح محفوظ علم الٰہی سے کنایہ ہے۔ یا کتاب سے دفتر مراد ہے اور یہ چیز کے علم الٰہی میں ہونے کی تمثیل ہے وجوز ان یکون المراد بالکتاب الدفتر کما ھو المعروف فی اللغۃ ویکون ذلک تمثیلا لتمکنہ وتقررہ فی علمہ عز وجل (روح ج ۱۶ ص ۱۸۵) ۳۲ یہ ادخال الٰہی ہے اور ماقبل کے لئے تنویر ہے۔ كُلُوْا وَارْعَوْا انعامکم یہ سارے انعامات اور یہ زمین کی نباتات سب تمہارے استعمال کے لئے ہے۔ خود کھاؤ اور اپنے چوپاؤں کو کھلاؤ۔ النُّھٰی نُھیۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی عقل کے ہیں۔ یعنی جن لوگوں میں عقل و ہوش کا کچھ مادہ موجود ہے۔ مذکورہ بالا امور میں اللہ کی وحدانیت پر ان کے لئے کھلے دلائل موجود

موضح قرآن ف۱ دنگل میں مقابلہ کرنے سے دونوں کو غرض تھی وہ چاہے کہ ان کو ہرا دے سب کے روبرو، یہ چاہیں کہ وہ ہارے جشن کا دن سارے مصر کے شہر میں مقرر تھا فرعون کی سالگرہ کا۔ ف۲ جب فرعون نے ساحر جمع کئے اور سب امیروں کو اسی بات پر اٹھایا تب حضرت موسیٰ نے ہر شخص کو نصیحت کر دی جدا جدا۔

تُلْقِيَ وَإِمَّآ أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ
تو ڈال اور یا ہم ہوں پہلے ڈالنے والے کہا نہیں

أَلْقُوا ۖ فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن
تم ڈالو ۳۹ف پھر تب ہی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں اس کے خیال میں آئیں

سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ﴿٦٦﴾ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً
ان کے جادو سے کہ دوڑ رہی ہیں پھر پانے لگا اپنے جی میں ڈر ۴۰ف

مُّوسَىٰ ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ﴿٦٨﴾ وَ
موسیٰ ہم نے کہا تو مت ڈر مقرر تو ہی رہے گا غالب اور

أَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا ۖ إِنَّمَا صَنَعُوا
ڈال جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے کہ نگل جائے جو کچھ انہوں نے بنایا ان کا بنایا ہوا

كَيْدُ سَاحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴿٦٩﴾ فَأُلْقِيَ
تو فریب ہے جادوگر کا اور بھلا نہیں ہوتا جادوگر کا جہاں ہو پھر گر پڑے

السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ هَارُونَ وَمُوسَىٰ ﴿٧٠﴾
جادوگر ۴۲ف سجدہ میں بولے ہم یقین لائے رب پر ہارون اور موسیٰ کے

قَالَ آمَنتُمْ لَهُ قَبْلَ أَنْ آذَنَ لَكُمْ ۖ إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ
بولا فرعون تم نے اس کو مان لیا ۴۳ف میں نے ابھی حکم نہ دیا تھا وہی تمہارا بڑا ہے

الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۖ فَلَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم
جس نے سکھلایا تم کو جادو سو اب میں کٹواؤں گا ۴۴ف تمہارے ہاتھ اور اور دوسری

مِّنْ خِلَافٍ وَلَأُصَلِّبَنَّكُمْ فِي جُذُوعِ النَّخْلِ وَ
طرف کے پاؤں اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے تنہ پر اور

لَتَعْلَمُنَّ أَيُّنَا أَشَدُّ عَذَابًا وَأَبْقَىٰ ﴿٧١﴾ قَالُوا لَن
جان لوگے ہم میں کس کا عذاب سخت ہے اور دیر تک رہنے والا ف۱ وہ بولے

ہیں ان میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا یقین کامل حاصل ہو جاتا ہے۔ ای لاٰیات کثیرۃ جلیلۃ واضحۃ الدلالۃ علی شئون اللہ تعالیٰ فی ذاتہ وصفاتہ (روح ج ۱۶ ص ۲۲۰) ۳۳ف جس زمین سے تمہاری روزی پیدا ہوتی ہے۔ تمہیں بھی اس سے پیدا کیا گیا۔ اور مرنے کے بعد دوبارہ تم اسی میں لوٹا دیئے جاؤ گے اور پھر قیامت کے دن اسی سے تمہیں دوبارہ زندہ کر کے نکالا جائے گا۔ ۳۴ف رجوع بسوئے اصل موضوع۔ آیات سے معجزات مراد ہیں یا دلائل توحید یہ فرعون کی سرکشی اور اس کے عناد وتمرد کا ذکر ہے کہ ہم نے اسے تمام معجزات دکھا ڈالے اور توحید کے دلائل واضح طور پر پیش کئے مگر وہ ایمان نہ لایا اور انکار پر ڈٹا رہا۔ یعنی اس نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ کر محض ضد وعناد کی وجہ سے انکار کیا۔ ای المعجزات الدالۃ علی نبوۃ موسیٰ وقیل حجج اللہ الدالۃ علی توحیدہ فکذّب وابیٰ۔ ای لم یؤمن وھذا یدلّ علی انہ کفر عنادا لانہ رای الاٰیات عیانا لاخبرًا (قرطبی ج ۱۱ ص ۲۱۱) ۳۵ف فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا رسول ماننے کے بجائے محض ضد سے جادوگر قرار دیا اور کہنے لگا معلوم ہوتا ہے کہ تو جادو کے زور سے میرے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ لیکن میں تیرے جادو سے مرعوب ہونے والا نہیں۔ میرے ملک میں بھی بڑے بڑے جادوگر موجود ہیں میں تیرے مقابلے کے لئے انکو بلاؤں گا۔ اس لئے کوئی ایسی جگہ مقرر کر دے جس کا فاصلہ ہمارے تمہارے لئے برابر ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ بہتر یہی ہے کہ یوم الزینہ یعنی تمہاری عید کے دن ہی مقابلہ ہو جائے۔ کیونکہ اس میں خواہ مخواہ لوگ دور دراز سے آئیں گے۔ یوم الزینہ سے ان کا نوروز مراد ہے۔ اس دن میں وہ باقاعدہ میلہ لگاتے، بازاروں کو خوب سجایا جاتا۔ اور لوگ عمدہ عمدہ کپڑے پہن کر اس میں شریک ہوتے تھے۔ ۳۶ف فرعون نے مجلس برخاست کی اور جادوگروں کو جمع کرنے کا حکم دے دیا یہاں تک کہ ملک کے مشہور اور ماہر جادوگروں کو بلا لیا۔ اُدھر مقررہ دن بھی آ پہنچا قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ الخ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور جادوگروں سے خطاب کر کے فرمایا۔ ہلاکت ہو تمہارے لئے تم اللہ کے ساتھ شرک کر کے اور میرے معجزات کو جادو کہہ کر اللہ تعالیٰ پر افترا نہ کرو۔ اگر تم باز نہیں آؤ گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بیخ وبن سے اکھیڑ کر رکھ دیگا اور تمہیں بالکلیہ تہس نہس کر دے گا۔ ای لاتختلقوا علیہ الکذب ولا تشرکوا بہ ولا تقولوا للمعجزات انہا سحر (قرطبی ج ۱۱ ص ۲۱۳) ۳۷ف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سن کر جادوگر فرعون سے خفیہ طور پر آپس میں گفتگو کرنے لگے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا۔ ماھذا بقول ساحر (خازن ج ۴ ص ۲۲۱، بحر ج ۶ ص ۲۵۴) آخر طے یہ ہوا کہ مقابلے میں اگر وہ غالب آ گیا تو وہ یقیناً اللہ کا پیغمبر ہے۔ اس لئے سب اس پر ایمان لے آئیں گے۔ (خازن، روح) ۳۸ف بعض جادوگروں نے کہا یہ (موسیٰ وہارون علیہما السلام) دونوں جادوگر ہیں تم ڈرو مت وہ جادو کے زور سے تمہارے ملک پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اور تمہارا پرانا دین جو نہایت اچھا ہے اس کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم سب متفق ہو کر اور پختہ عزم کر کے اپنا جادو چلاؤ اور جادو کا کوئی کرتب ایسا نہ ہو جسے آج تم استعمال نہ کرو اور صفیں باندھ کر میدان میں نکل آؤ کیونکہ

موضح قرآن ف۱ تمہارا بڑا جس نے جادو سکھایا یہ شاید رب کو کہنے لگا۔

آج وہی شخص کامیاب ہوگا جو غالب آئے گا۔ ٣٩ جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اختیار دیا کہ اگر وہ چاہیں تو پہلے اپنی لاٹھی زمین پر ڈالیں۔ یا ان کو اجازت دیں کہ پہلے وہ اپنا فن دکھائیں۔ جادوگروں نے ایسا اس لئے کیا۔ کیونکہ ان کو اپنے فن پر پورا پورا اعتماد تھا۔ یا انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا کیا۔ جو بعد میں ان کے اسلام کا باعث بنا۔ یا اس لئے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت معلوم کرچکے تھے اور ادب واحترام کے لئے ان کو اختیار دیا۔ خیروہ علیہ السلام وقدموہ علی انفسہم اظہارا للثقۃ بامرہم وقیل مراعاۃً للادب معہ علیہ السلام (روح ج ١٦ ص ٢٢٢) تأدبوا مع موسیٰ فکان ذٰلک سبب ایمانہم (قرطبی ج ١١ ص ٢٢٢)

٤٠ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ وہ جادوگروں سے ہرگز خائف اور متأثر نہیں ہیں۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور بھروسہ ہے جادوگروں کو اجازت دیدی کہ پہلے وہی اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینکیں۔ چنانچہ انہوں نے فوراً اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالدیں۔ اور دیکھنے والوں کو یوں محسوس ہونے لگا کہ وہ دوڑ رہی ہیں ٤١ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں کی رسیوں اور لاٹھیوں کو ادھر ادھر دوڑتے دیکھا تو دل میں خطرہ اور اندیشہ محسوس کیا کہ کہیں لوگ ان کے جادو سے متأثر ہو کر معجزۂ عصا سے شک میں نہ پڑ جائیں۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔ یہ اندیشہ مت کرو۔ تمہارا معجزہ غالب رہے گا۔ اور فتح تمہاری ہوگی۔ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِکَ اب اپنی لاٹھی زمین پر پھینک دو جو سانپ بن کر ان تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو ہڑپ کرجائے گی۔ انہوں نے جو کچھ کیا ہے جادو کے زور سے کیا ہے اور معجزہ کے مقابلہ میں جادوگر کبھی بھی کامیاب نہیں ہوسکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزات پیغمبروں کے قبضے میں نہیں ہوتے جب پیغمبروں کے قبضہ میں معجزات نہیں تو اولیاء اللہ کے قبضے میں کرامات کہاں۔ ٤٢ فا فصیحہ ہے۔ یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنا عصا زمین پر ڈالا تو وہ فوراً ایک ہیبتناک اژدھا کی شکل میں منتقل ہو کر جادوگروں کی تمام رسیوں اور لاٹھیوں کو نگل گیا۔ اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو اپنے ہاتھ سے پکڑ لیا۔ تو وہ اپنی اصلی حالت پر آگیا۔ اور اس کے حجم میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہ ہوا۔ جب

نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا

ہم تجھ کو زیادہ نہ سمجھیں گے ٤٥ اس چیز سے جو پہنچی ہم کو صاف دلیل اور اس سے جس نے ہمکو پیدا کیا

فَاقْضِ مَاۤ اَنْتَ قَاضٍؕ اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ

سو تو کرگذر جو تجھ کو کرنا ہے تو یہی کریگا ٤٦ اس دنیا کی

الدُّنْیَاؕ ﴿٧٢﴾ اِنَّاۤ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِیَغْفِرَ لَنَا خَطٰیٰنَا وَمَاۤ

زندگی میں ہم یقین لائے ہیں اپنے رب پر تا کہ بخشے ہم کو ہمارے گناہ اور جو

اَكْرَهْتَنَا عَلَیْهِ مِنَ السِّحْرِؕ وَاللّٰهُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾

تونے زبردستی کروایا ہم سے یہ جادو ٤٧ اور اللہ ٤٨ بہتر ہے اور باقی رہنے والا

اِنَّهٗ مَنْ یَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَؕ لَا

بات یہی ہے جو کوئی آیا ٤٩ اپنے رب کے پاس گناہ لیکر سو اس کے واسطے دوزخ ہے نہ

یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰى ﴿٧٤﴾ وَمَنْ یَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ

مرے اس میں نہ جئے اور جو آیا اس کے پاس ایمان لے کر

عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓىٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿٧٥﴾

نیکیاں کر کر سو ان لوگوں کے لئے ہیں درجے بلند

جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ

باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں ہمیشہ رہا کرینگے ان میں

وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿٧٦﴾ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى ۙ ع ٣ ١٢

اور یہ بدلہ ہے اس کا جو پاک ہوا اور ہم نے حکم بھیجا ٥٠ موسیٰ کو

اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ

کہ لے نکل میرے بندوں کو رات سے پھر ڈال دے ان کیلئے سمندر میں رستہ

یَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿٧٧﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ

سوکھا نہ خطرہ کر آپکڑنے کا اور نہ ڈر ڈوبنے سے پھر پیچھا کیا ان کا ٥١ فرعون نے

جادوگروں نے یہ سب کچھ دیکھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی کا ان کو عین الیقین حاصل ہوگیا اور فوراً بول اٹھے اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى کہ ہم موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے رب پر ایمان لے آئے اور بے اختیار سجدے میں گر پڑے، ٤٣ جب فرعون نے یہ ماجرا دیکھا تو سٹ پٹایا اور جھنجھلا کر بولا۔ کیا میری اجازت کے بغیر ہی تم اس پر ایمان لے آئے۔ فرعون نے جب دیکھا کہ تمام جادوگر موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے ہیں۔ اس سے اسے ساری قوم کے متأثر ہوجانے کا خطرہ محسوس ہوا۔ تو اس نے قوم کے دلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی کہ جادوگروں کا ایمان لے آنا کوئی معتد بہ چیز نہیں۔ کیونکہ وہ میری

موضح قرآن ف زور آوری کروایا کہتے ہیں جادوگر حضرت موسیٰ کی نشانی دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ یہ جادو نہیں، مقابلہ نہ کریئے، پھر فرعون کی خاطر سے کیا شاید فرعون جو ڈراتا تھا سو اُن پر کر نہ سکا دل میں ڈر گیا موسیٰ کی نشانی سے۔

اجازت کے بغیر ایمان لائے ہیں۔ اس کے بعد شاید فرعون نے یہ محسوس کیا کہ جادوگر یا قوم کے سمجھدار لوگ یہ کہیں کہ جادوگروں کو ایمان لانے کے لئے تیری اجازت کی کیا ضرورت تھی۔ جب کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے سچائی کا مشاہدہ کر لیا۔ اس لئے اس نے مزید کہا اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الخ معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) تم سے بھی بڑا جادوگر ہے اور اس فن میں تمہارا استاذ ہے اور یہ جو کچھ تم نے کیا ہے یہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت کیا ہے۔ جس کا پہلے سے تم نے اپنے استاذ موسیٰ کے ساتھ مل کر منصوبہ بنا رکھا تھا (روح)۔ ۴۴ چنانچہ تم نے یہ سب کچھ ایک طے شدہ سازش کے تحت کیا ہے جس سے مجھے اپنی رعیت کے روبرو شرمسار ہونا پڑا۔ لہٰذا اب میں تم کو اس کی سخت سزا دوں گا۔ مخالف جانب سے تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا۔ یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور داہنا پاؤں اور پھر تمہیں کھجور کے درختوں پر سولی دے دوں گا۔ پھر تمہیں پتہ چل جائے گا۔ کہ ہم میں سے کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے۔ یعنی تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ موسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان لا کر تم نجات کے ٹھیکیدار بن گئے اور ہم (فرعون اور اس کے ہمنوا) جہنم کے سخت اور ابدی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ تو یہ تمہیں ابھی معلوم ہو جائے گا کہ میرا عذاب سخت اور دیرپا ہے، یا ربِّ موسیٰ کا جس پر تم ایمان لائے ہو۔ یعنی علی ایمانکم بہ انا، ورب موسیٰ علی ترک الایمان (خازن ج ۴ ص ۲۲۲) ان دھمکیوں سے فرعون کا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ خوف زدہ ہو کر ایمان سے واپس آجائیں گے لیکن اس سے ان کا ایمان و یقین اور مستحکم ہو گیا۔ ۴۵ فرعون کی دھمکیوں کے جواب میں پوری جرأت ایمانی کے ساتھ جادوگروں نے کہا کہ حق کے دلائل ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے جن سے ہم نے اپنے خالق و مالک کو پہچان لیا ہے۔ لہٰذا اب ان دلائل سے روگردانی کر کے اور اپنے خالق کو چھوڑ کر تجھے کبھی ماننے کے نہیں ہمیں نہ تیرے عذاب کا ڈر ہے نہ تیری داد و دہش کی ہمیں ضرورت ہے فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ تو ہمارے ساتھ جو کچھ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے کر لے ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ وَالَّذِیْ فَطَرَنَا یہ مَاجَآءَنَا پر معطوف ہے ۴۶ آیت کا یہ حصہ اور اگلی آیت ماقبل کے لئے دلیل و علت ہے مع مابعدہ تعلیل لعدم المبالاۃ المستفاد مما سبق من الامر بالقضاء (روح ج ۱۶ ص ۲۳۳) ہمیں اب تیری پرواہ نہیں رہی

بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ

اپنے لشکروں کو لیکر پھر ڈھانپ لیا ان کو پانی نے جیسا کہ ڈھانپ لیا اور بہکایا

فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

فرعون نے اپنی قوم کو اور نہ سمجھایا اے اولاد اسرائیل ۵۲

قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ

چھڑا لیا ہم نے تم کو تمہارے دشمن سے اور وعدہ ٹھہرایا تم سے ف۱ داہنی طرف

الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾

پہاڑ کی ۵۳ اور اتارا تم پر من اور سلویٰ

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ

کھاؤ ۵۴ ستھری چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور نہ کرو اس میں زیادتی

فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ

پھر تو اترے گا تم پر میرا غصہ اور جس پر اترا میرا غصہ

فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَ

سو وہ چھکا گیا ف اور میری بڑی بخشش ہے اس پر جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور

عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ

کرے بھلا کام پھر راہ پر رہے ف۲ اور کیوں جلدی کی تو نے ۵۵

قَوْمِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَ

اپنی قوم سے اے موسیٰ بولا وہ یہ آرہے ہیں میرے پیچھے اور

عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا

میں جلدی آیا تیری طرف اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو فرمایا ہم نے تو بچلا دیا

قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ

تیری قوم کو ۵۶ تیرے پیچھے اور بہکایا ان کو سامری نے پھر الٹا پھرا

منزل ۴

نصف الحزب ۱۲
ع ۱۲

تو جو چاہے کرلے کیونکہ تو جو کچھ بھی کرے گا۔ یہاں دنیا میں کرے گا۔ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا الخ ہم نے اپنے رب کو روشن دلائل سے پہچان لیا اور اس پر ایمان لے آئے تاکہ وہ ہمارے تمام گناہ معاف کر دے ہمارا مطلوب و مقصود اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ ہم تیری دنیوی سزا کو خاطر میں بھی نہیں لاتے۔ ۴۷ یہ خَطٰيٰنَا پر معطوف ہے جادو پر مجبور کرنے کے بارے میں مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے چالیس لڑکوں کو جبراً چھین کر جادوگروں کے حوالے کیا۔ اور ان سے کہا کہ ان کو جادو کے ایسے کمالات سکھا دو کہ دنیا کا کوئی جادوگر ان پر غالب نہ آسکے یہ اسرائیلی جادوگر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آئے

موضح قرآن ف۱ زیادتی نہ کرو یعنی رکھ نہ چھوڑو۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بداون توریت ۱۲ ف۲ مترجم گوید چون موسیٰ باہفتاد کس از قوم خود بجانب طور متوجہ شد حضرت موسیٰ از ہمہ سبقت کرد خطاب رسید واللہ اعلم ۱۲۔

اور ایمان لانے کے بعد فرعون سے کہا کہ تو نے ہم کو جادو پر مجبور کیا تھا۔ اب ہم اللہ سے یہ گناہِ عظیم بخشوانا چاہتے ہیں (ابن کثیر ج۳ ص۱۵۹) یا اگراہ سے مقابلے میں آنے پر مجبور کرنا مراد ہے جیسا کہ بعض روایتوں میں ہے۔ جب جادوگر جمع ہو گئے تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعض نشانات دیکھ کر یقین کر لیا کہ یہ جادو نہیں اس کا مقابلہ ناممکن ہے۔ مگر فرعون کے ڈر سے بادلِ ناخواستہ مقابلہ میں شریک ہوئے (روح، بحر وغیرہ)۔ ۴۸ یہ فرعون کے قول اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰی کا جواب ہے۔ یعنی مؤمنین کے لئے اللہ کا اجر و ثواب تیرے انعامات سے بہتر ہے اور نافرمانوں کے لئے اس کا عذاب تیرے عذاب سے زیادہ دیرپا ہے (وَاللّٰہُ خَیْرٌ ثَوَابًا) لِمَنْ اَطَاعَہٗ (وَّ اَبْقٰی) عِقَابًا لِمَن عصاہ وھو رد لقول فرعون وَلَتَعْلَمُنَّ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّ اَبْقٰی (مدارک ج۳ ص۴۷) ۴۹ یہاں سے تا ذٰلِکَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَکّٰی جادوگروں کے قول کی حکایت ہے یا ادخالِ الٰہی ہے۔ مُجْرِمًا سے مراد مشرک ہے۔ ودل قولہ مَنْ یَّاْتِہٖ مُؤْمِنًا علی ان المراد بالمجرم المشرک (قرطبی ج۱۱ ص۲۲۶) تَزَکّٰی یعنی شرک سے پاک ہوا۔ تطھر من الشرک بقول لا الٰہ الا اللہ قیل ھذہ الاٰیات الثلث حکایۃ قولھم وقیل خبر من اللہ تعالٰی لا علی وجہ الحکایۃ وھو اظھر (مدارک ج۳ ص۴۷) ۵۰ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے معجزات اور ان کی تبلیغ و ارشاد سے فرعون اور اس کی قوم پر اپنی حجت تمام کر دی اور وہ ایمان نہ لائے تو اب ان کی تباہی اور بنی اسرائیل کی نجات کا وقت آ پہنچا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر راتوں رات شہر سے نکل جائیں۔ راستہ میں بحرِ قلزم آئے گا۔ لیکن وہ تمہارے سفر میں حائل نہیں ہو گا۔ آپ اپنی لاٹھی اس پر ماریں فوراً اس کا پانی سمٹ کر اس میں بارہ خشک اور چلنے کے قابل راستے بن جائیں گے۔ بے خوف و خطر جائیے۔ نہ فرعون کے پیچھے سے جا پہنچنے سے ڈریئے نہ سمندر میں غرق ہونے کا خطرہ دل میں لایئے ۵۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام رات کی تاریکی میں قوم کو ساتھ لے کر چل دیئے۔ صبح جب فرعون کو اس کا علم ہوا تو پوری شان و شوکت اور لاؤ لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں نکل پڑا۔ بنی اسرائیل کے لئے اللہ نے بطورِ اعجاز دریا میں خشک راستے بنا دیئے جن سے وہ صحیح سلامت پار ہو گئے ان کے پیچھے فرعون نے بھی لشکر سمیت گھوڑے ان کے راستوں میں اتار دیئے۔ جب سارا لشکر سمندر میں اُتر چکا اس وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی رواں ہو گیا۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس سرکش قوم کا خاتمہ کر دیا۔ ۵۲ قومِ فرعون کی ہلاکت اور بنی اسرائیل کی نجات کے بعد اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو اپنے انعامات یاد دلا کر ان کا شکر ادا کرنے انکو ایمان و اطاعت پر قائم رہنے اور طغیانی و سرکشی سے اجتناب کی ترغیب فرمائی۔ لما انجاھم من فرعون قال لھم ھٰذا لیشکروا (قرطبی ج۱۱ ص۲۳۰)

مُوْسٰٓی اِلٰی قَوْمِہٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَمْ

موسیٰ ۸۵ اپنی قوم کے پاس غصہ میں بھرا پچھتاتا ہوا کہا اے قوم کیا

یَعِدْکُمْ رَبُّکُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ اَفَطَالَ عَلَیْکُمُ الْعَہْدُ

تم سے وعدہ نہ کیا تھا تمہارے رب نے اچھا وعدہ ف۱ کیا طویل ہو گئی تم پر مدت ف۱

اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ یَّحِلَّ عَلَیْکُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ

یا چاہا تم نے کہ اترے تم پر ۵۸ غضب تمہارے رب کا

فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَکَ

اس لئے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ بولے ۵۹ ہم نے خلاف نہیں کیا تیرا وعدہ

بِمَلْکِنَا وَلٰکِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَۃِ الْقَوْمِ

اپنے اختیار سے و لیکن ۶۰ اٹھوا یا ہم سے بھاری بوجھ قوم فرعون کے زیور کا

فَقَذَفْنٰہَا فَکَذٰلِکَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَہُمْ

سو ہم نے اس کو پھینک دیا پھر اس طرح ڈالا سامری نے ف۲ پھر بنا نکالا انکے واسطے

عِجْلًا جَسَدًا لَّہٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا ہٰذَآ اِلٰـہُکُمْ وَاِلٰـہُ

ایک بچھڑا ایک دھڑ جس میں آواز گائے کی پھر کہنے لگے یہ معبود ہے تمہارا اور معبود ہے

مُوْسٰی ۬ فَنَسِیَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْہِمْ

موسیٰ کا سو وہ بھول گیا ف۳ بھلا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ ۶۱ جواب تک نہیں دیتا

قَوْلًا ۬ وَّلَا یَمْلِکُ لَہُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ

ان کو کسی بات کا اور اختیار نہیں رکھتا ان کے برے کا اور نہ بھلے کا اور

قَالَ لَہُمْ ہٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ

کہا تھا ان کو ۶۲ ہارون نے پہلے سے اے قوم بات یہی ہے کہ تم بہک گئے

بِہٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْٓا

اس بچھڑے سے اور تمہارا رب تو رحمٰن ہے ۶۳ سو میری راہ چلو اور مانو

ع ۱۳ / ۴

موضح قرآن ف۱ وعدہ توریت دینے کا حضرت موسیٰ قوم سے تیس دن کا وعدہ کر گئے تھے پہاڑ پر وہاں چالیس دن لگے پیچھے بچھڑا بنا کر پوجنے لگے۔ ف۲ فرعون والوں سے عاریت مانگ کر لیا تھا گہنا کہ وہ یقین جانیں کہ ان کو شادی منظور ہے اس واسطے نکلتے ہیں شہر سے، اس بغیر فرعون نکلنے نہ دیتا۔ ف۳ یعنی موسیٰ بھولا کہ اور جگہ گیا۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی مدت مفارقت من ۱۲۔

اَمۡرِیۡ ﴿٩٠﴾ قَالُوۡا لَنۡ نَّبۡرَحَ عَلَیۡہِ عٰکِفِیۡنَ حَتّٰی یَرۡجِعَ
بات میری بولے ہم برابر اسی پر لگے بیٹھے رہیں گے ؎ جب تک لوٹ کر آئے ؎
اِلَیۡنَا مُوۡسٰی ﴿٩١﴾ قَالَ یٰہٰرُوۡنُ مَا مَنَعَکَ اِذۡ رَاَیۡتَہُمۡ
ہمارے پاس موسٰی کہا موسٰی نے اے ہارون ؎ کس چیز نے روکا تجھ کو جب دیکھا تھا تو نے
ضَلُّوۡۤا ﴿٩٢﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَیۡتَ اَمۡرِیۡ ﴿٩٣﴾ قَالَ
کہ وہ بہک گئے کہ تو میرے پیچھے نہ آیا ؎ کیا تو نے رد کیا میرا حکم وہ بولا
یَبۡنَؤُمَّ لَا تَاۡخُذۡ بِلِحۡیَتِیۡ وَ لَا بِرَاۡسِیۡ ۚ اِنِّیۡ
اے میری ماں کے جنے ؎ نہ پکڑ میری ڈاڑھی اور نہ سر میں
خَشِیۡتُ اَنۡ تَقُوۡلَ فَرَّقۡتَ بَیۡنَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ
ڈرا کہ تو کہے گا پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں
وَ لَمۡ تَرۡقُبۡ قَوۡلِیۡ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطۡبُکَ یٰسَامِرِیُّ ﴿٩٥﴾
اور یاد نہ رکھی میری بات ؎ کہا موسٰی نے اب تیری کیا حقیقت ہے ؎ اے سامری
قَالَ بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ یَبۡصُرُوۡا بِہٖ فَقَبَضۡتُ قَبۡضَۃً
بولا ؎ میں نے دیکھ لیا جو اوروں نے نہ دیکھا پھر بھر لی میں نے ایک مٹھی
مِّنۡ اَثَرِ الرَّسُوۡلِ فَنَبَذۡتُہَا وَ کَذٰلِکَ سَوَّلَتۡ
پاؤں کے نیچے سے اس بھیجے ہوئے کے پھر میں نے وہی ڈال دی ؎ اور یہی صلاح دی مجھ کو
لِیۡ نَفۡسِیۡ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذۡہَبۡ فَاِنَّ لَکَ فِی الۡحَیٰوۃِ اَنۡ
میرے جی نے ؎ کہا موسٰی نے دور ہو ؎ تیرے لئے زندگی بھر تو اتنی سزا ہے
تَقُوۡلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَکَ مَوۡعِدًا لَّنۡ تُخۡلَفَہٗ ۚ
کہ کہا کرے مت چھیڑو ؎ اور تیرے واسطے ایک وعدہ ہے وہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ ہوگا
وَ انۡظُرۡ اِلٰۤی اِلٰـہِکَ الَّذِیۡ ظَلۡتَ عَلَیۡہِ عَاکِفًا ؕ
اور دیکھ اپنے معبود کو ؎ جس پر تمام دن تو معتکف رہتا تھا

۵۳ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ وہ فرعون کی تباہی کے بعد کوہ طور کی داہنی جانب پر پہنچ جائیں۔ ان کو تورات دی جائے گی۔ جو سراپا نور ھدایت اور بنی اسرائیل کے لئے مشعل راہ ہوگی۔ یہاں اس وعدہ کی طرف اشارہ ہے یہ وعدہ اگرچہ صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھا۔ لیکن تھا پوری قوم کی فلاح وبہبود کے لئے۔ اس لئے وَ وٰعَدۡنٰکُمۡ سے ساری قوم کو خطاب فرمایا۔ وَ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰی من وسلویٰ (ترنجبین اور بٹیریں) کا نزول میدان تیہ میں ہوا تھا۔ اس کی زیادہ تفصیل سورہ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو ص۳۷ حاشیہ ۱۱۵۔ **۵۴** جو حلال روزی ہم نے تم کو دی ہے اسے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اور اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی دولت کو بے جا اور برے کاموں میں خرچ نہ کرو۔ وَ مَنۡ یَّحۡلِلۡ عَلَیۡہِ غَضَبِیۡ الخ نافرمانوں کے لئے تخویف اُخروی وَ اِنِّیۡ لَغَفَّارٌ الخ فرمانبرداروں کے لئے بشارت اُخروی **۵۵** حسب میقات خداوندی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے ستر نقباء اور سرداروں کو لے کر کوہ طور کی طرف روانہ ہوئے تو دفور اشتیاق کی وجہ سے راستہ میں تیزی سے آگے نکل گئے۔ اور نقباء سے پہلے میقات پر پہنچ گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! ایسی جلدی کیوں کی۔ کہ ساتھیوں کو پیچھے چھوڑ آئے عرض کیا میرے پروردگار تیری رضا وخوشنودی کی خاطر جلد حاضر ہوا ہوں اور وہ بھی کوئی دور نہیں یہ میرے پیچھے ہی آرہے ہیں۔ یا قوم سے ساری قوم مراد ہے یعنی قوم کو پیچھے چھوڑ کر اتنی جلدی کیوں آگئے۔ جواب دیا وہ بھی قریب ہی ہیں اور میری واپسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ **۵۶** یعنی تم تو ادھر آگئے۔ اور تمہارے پیچھے ہم نے تمہاری قوم کو ایک آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے ان کو گمراہ کر دیا ہے ای اختبرناھم بما فعل السامری (روح ج ۱۶ ص ۲۴۳) سامری چونکہ منافق تھا اور قوم کو گمراہ کرنے اور ان میں شرک پھیلانے کے موقعوں کی تلاش میں رہتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں عدم موجودگی کو غنیمت سمجھ کر لوگوں سے زیورات لے کر اُن کو ڈھال کر گوسالے کی شکل کا بُت تیار کیا۔ جو گوسالے کی طرح آواز نکالتا تھا اور لوگوں سے کہا کہ تمہارا رب تو یہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) بھول میں ہیں۔ جو کوہ طور پر رب سے ہم کلام ہونے چلے گئے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر سورہ بقرہ ص۳۶ حاشیہ ۱۱۲ **۵۷** حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی میعاد گذرنے اور تورات لینے کے بعد جب قوم میں واپس آئے تو سخت غضبناک اور متاسف ہوئے۔ یہ غیظ وغضب اللہ کی توحید پر غیرت کی بنا پر تھا۔ وَعۡدًا حَسَنًا

موضح قرآن ف۱ چلتے وقت موسیٰ ہارون کو نصیحت کر گئے تھے کہ سب کو متفق رکھیو اس واسطے انہوں نے بچھڑا پوجنے والوں کا مقابلہ نہ کیا زبان سے سمجھایا وہ نہ سمجھے۔ ف۲ جس وقت بنی اسرائیل بہتے دریا میں پیٹھے پیچھے فرعون ساتھ فوج کے پیٹھا جبرئیل بیچ میں ہو گئے کہ ان کو اُن تک نہ ملنے دیں سامری نے پہچانا کہ یہ جبرئیل ہیں اُن کے پاؤں کے نیچے سے مٹھی بھر مٹی اٹھالی، وہی اب اس سونے کے بچھڑے میں ڈال دی، سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے اس میں مٹی پڑی برکت کی حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ پیدا ہوا کہ روح جاندار کی اور آواز اس میں ہو گئی ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہئے اسی سے بت پرستی بڑھتی ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی بقتال اہل ضلال ۱۲ ف۲ یعنی در کالبد کہ از زر ساختہ بود بشکل گوسالہ ۱۲ ف۳ یعنی اگر باکسی ہم نشین شدی ہر دو را تپ میگرفت ۱۲۔

سے تورات دینے کا وعدہ مراد ہے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ ان کو تورات دیگا۔ جو سراپا نور ھدایت ہو گی۔ وعدھم ان یعطیھم التوراۃ التی فیھا ھدی ونور ولا وعد احسن من ذلك واجمل (بحر ج ۶ ص۲۶۶) ۵۸ھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم سے خطاب کرکے فرمایا میری قوم! کیا اللہ نے تم سے ایک بہت ہی اچھا وعدہ نہیں فرمایا تھا کہ وہ تمہیں تورات دے گا اور پھر میں اس وعدہ کے مطابق تورات لینے کے لئے کوہ طور پر چلا بھی گیا۔ پھر کیا تم چالیس دن بھی صبر نہ کر سکے اور میرا انتظار نہ کیا کیا یہ مدت اتنی طویل تھی کہ تم انتظار کرتے کرتے اُکتا گئے تھے اور پھر بچھڑے کی پوجا میں لگ گئے ؟ یا جان بوجھ کر تم نے شرک کرکے اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دی ہے یہاں تک کہ تم نے اپنے عہد و پیمان کو بھی پس پشت ڈال دیا جو تم نے مجھ سے کیا تھا کہ میقات سے واپسی تک ہم اللہ کی اطاعت پر قائم رہیں گے لانّھم وعدوہ ان یقیموا علٰے طاعۃ اللہ عزّوجلّ الی ان یرجع الیھم من الطور (قرطبی ج ۱۱ ص۲۳۴) ۵۹ھ قوم نے معذرت کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا بے شک ہم نے آپ سے اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت پر قائم رہنے کا عہد کیا تھا۔ مگر ہم سے جو عہد شکنی ہوئی ہے یہ ہم نے جان بوجھ کر اور اپنے اختیار سے نہیں کی۔ بلکہ سامری نے چالاکی سے ایسی صورت پیدا کر دی جس کے پیشِ نظر ہم بے اختیار اور مجبور ہو گئے۔ ای من قدرتنا واختیارنا (ابن کثیر ج ۳ ص۱۶۳) ابن زید لم نملك انفسنا ای کنّا مضطرین (قرطبی) یعنی ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ ہم سے سامری نے کرایا ہے۔ ۶۰ھ اس میں انہوں نے بیچارگی اور اضطرار کی تصویر پیش کی۔ کہ ہوا یوں کہ قبطیوں (قوم فرعون) سے جو زیورات ہم نے بطور استعارہ لئے تھے۔ اب ان کی ہلاکت کے بعد ان کی واپسی کا کوئی امکان نہ تھا۔ اور نہ ان کو اپنے استعمال میں لانا ہمارے لئے جائز تھا کیونکہ وہ غیر کا حق تھا اس لئے اس سے نجات حاصل کرنے اور گناہ سے بچنے کے لئے ہم نے تمام زیورات گھروں سے باہر پھینک دیئے اور سامری نے انہیں پگھلا کر جو کچھ اس کے پاس تھا اس میں ڈال دیا اور اس سے ایک بچھڑے کی شکل کا جانور بنا ڈالا جو بچھڑے کی طرح بولتا تھا اور پھر کہنے لگا۔ تمہارا اور موسیٰ کا معبود تو یہ ہے وہ بھول میں ہیں کہ اپنے معبود کا کلام سُننے کے لئے کوہِ طور پر چلے گئے ہیں۔ ای فغفل عنہ موسیٰ وذھب یطلبہ فی الطور (روح ج ۱۶ ص۲۴۵) ۶۱ھ یہ چوتھی آیت توحید ہے۔ اور اس سے گوسالہ پرستوں کی حماقت کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ گوسالہ ان کی کسی بات کا جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ ان کا نفع و نقصان ہی اس کے اختیار میں ہے اور معبود صرف وہی ہو سکتا ہے جو عالم الغیب اور متصرف و مختار اور کارساز ہو۔ ثم بین اللہ تعالٰے فساد اعتقادھم بان الالوھیۃ لا تصلح لمن سلبت عنہ ھذہ الصفات (بحر ج ۶ ص۲۱۹) ای ھو عاجز عن الخطاب والضرّ والنفع فکیف تتخذ ونہ الھا (مدارک ج ۳ ص۴۹) لہٰذا بے بس اور عاجز کو معبود بنا لینا سراسر حماقت اور قضیۂ عقل کے صریح خلاف ہے۔ ۶۲ھ پرستاران گوسالہ کی گمراہی ان کے فعل کی شناعت اور اس کا خلاف عقل ہونا بیان کرنے کے بعد یہاں ان کی خباثت اور اللہ کے پیغمبر حضرت ہارون علیہ السلام کے حکم سے ان کی سرکشی اور بغاوت کا ذکر کیا گیا۔ جب حضرت ہارون علیہ السلام نے دیکھا کہ قوم کے ہزاروں افراد سامری کی چال میں آکر شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں تو انہوں نے اپنا فریضۂ تبلیغ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نیابت کا حق ادا کرنے کی غرض سے اور شفقت علی الخلق کے جذبہ کے پیشِ نظر قوم کو ہر طریقہ سے سمجھایا۔ اور ان کو شرک سے روکنے کی کوشش کی ان ھٰرون علیہ السلام انما قال ذلك شفقۃ منہ علٰے نفسہ وعلی الخلق اما الشفقۃ علٰے نفسہ فلانہ کان ماموراً من عند اللہ بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر وکان ماموراً من عند اخیہ موسیٰ علیہ السلام بقولہ اُخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ الخ (کبیر ج ۶ ص۹۵) ۶۳ھ حضرت ہارون علیہ السلام نے گوسالہ پرستوں سے کہا کہ سامری نے تمہاری خیرخواہی نہیں کی اور تمہیں حق و صداقت اور ہدایت کی راہ نہیں دکھلائی۔ بلکہ اس نے تمہیں بچھڑے کے ذریعے گمراہی اور ضلالت میں ڈال دیا ہے وَاِنَّ رَبَّکُمُ الرَّحْمٰنُ اور یاد رکھو تمہارا مالک و پروردگار اور تمہارا معبود و کارساز خدائے رحمان ہی ہے اور کوئی نہیں بھلا خدائے رحمان کے مقابلہ میں ایک بیجان اور عاجز بچھڑا بھی معبود ہو سکتا ہے ؟ کچھ تو عقل سے کام لو۔ رَبَّکُمُ الرَّحْمٰنُ میں مبتدا و خبر کی تعریف مفید حصر ہے یعنی مستحق عبادت صرف رحمان ہی ہے اور کوئی نہیں۔ وتعریف الطرفین لافادۃ الحصر ای وَاِنَّ ربّکم المستحق للعبادۃ ھو الرحمٰن لاغیر (روح ج ۱۶ ص۲۴۹) ۶۴ھ یہ گوسالہ پرستوں کی انتہائی سرکشی تھی کہ ایک فعل جو سراسر عقل کے خلاف ہے اور اللہ کا ایک پیغمبر اس سے روک رہا ہے مگر انہوں نے بچھڑے کی عبادت چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ موسیٰ علیہ السلام کو آنے دو پھر دیکھا جائے گا وہ کیا کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی واپسی تک گوسالہ پرستی نہ چھوڑنے سے ان کا ارادہ یہ نہیں تھا کہ ان کے آنے پر وہ سچ مچ ہی گوسالہ کی عبادت اور اس کا طواف وغیرہ بند کر دیں گے بلکہ حضرت ہارون علیہ السلام کے جواب میں یہ ان کا محض ایک بہانہ تھا۔ جعلوا رجوعہ علیہ السلام الیھم غایۃ لعکوفھم علی عبادۃ العجل لکن لا علی طریق الوعد بترکھا عند رجوعہ علیہ السلام بل بطریق التعلل والتسویف الخ (ابوسعود ج ۶ ص۹۶) ۶۵ھ یعنی بچھڑے کی عبادت اور اس کی تعظیم پر قائم رہیں گے۔ وہ بچھڑے کے پاس اسے خوش کرنے کے لئے ساز بجاتے اور اس کے گرد ناچ کرتے تھے۔ فلمّا رجع موسیٰ وسمع الصیحۃ والجلبۃ وکانوا یرقصون حول العجل الخ (قرطبی ج ۱۱ ص۲۳۶، خازن و معالم ج ۴ ص۲۲۵) ۶۶ھ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کا جواب اور اعتذار سُنا تو اس سے مطمئن نہ ہوئے اور غصہ کی حالت میں آگے بڑھ کر حضرت ہارون علیہ السلام کے سر اور داڑھی کے بال پکڑ لئے اور فرمایا۔ اے ہارون! جب تو نے دیکھ لیا تھا کہ وہ شرک میں مبتلا ہو کر گمراہ ہو چکے ہیں۔ تو تو نے میرے احکام کی تعمیل کیوں نہ کی۔ احکام سے وہی ہدایات مراد ہیں جو وہ کوہ طور پر جانے سے پہلے ان کو دے گئے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ شاید ہارون علیہ السلام نے حق تبلیغ ادا نہیں کیا اس لئے قوم گمراہ ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام چونکہ جلالی طبیعت کے مالک تھے اس لئے قوم کی گمراہی دیکھ کر غضب میں آگئے۔ کان (موسیٰ) علیہ السلام حدیدًا متصلبا غضوبا للہ تعالٰے وقد شاھد ما شاھد وغلب

علٰی ظنہ تفصیر فی ھٰرون علیہ السلام ففعل بما فعل (روح ج۱۶ ص۲۵۱) **۶۷ف** حضرت ہارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ میں نے
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تو قطعاً کوتاہی نہیں کی۔ میں نے ان کو شرک سے پوری سختی سے منع کیا۔ یہاں تک کہ وہ مشتعل ہو کر مجھے قتل کرنے لگے تھے جیسا
کہ اعراف میں ہے اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ اس کے علاوہ یہ ہو سکتا تھا کہ میں شرک نہ کرنے والوں کو ساتھ لے کر شرک کرنے والوں سے جہاد
کرتا تو یہ میں نے اس ڈر سے نہیں کیا کہ آپ ہی واپس آ کر مجھ سے کہتے کہ تم نے بنی اسرائیل میں فرقہ بندی پیدا کر دی۔ اور میری واپسی کا انتظار بھی نہ کیا ای خشیت
لو قاتلت بعضھم ببعض وتفانوا وتفرقوا
اَن تقول فرّقت بین بنی اسرآءِیْل (روح)
وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِیْ قال ابو عبیدۃ لم تنتظر
عھدی وقدومی (قرطبی ج۱۱ ص۲۳۹) **۶۸ف**
حضرت ہارون علیہ السلام کا جواب سن کر وہ سامری
کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا اے سامری!
تم نے یہ حرکت کیوں کی کہ گوسالہ بنا کر قوم کو بت پرستی
پر لگا دیا۔ سامری بنی اسرائیل کے قبیلہ سامرہ کا ایک
فرد تھا اور سمندر پار کرنے کے بعد در پردہ دین
موسوی سے مرتد ہو گیا۔ اور منافقانہ طور پر بنی اسرائیل
میں شامل رہا۔ بنی اسرائیل نے سمندر سے پار اترنے کے
بعد ایک قوم کو گائے کی پوجا کرتے دیکھا۔ تو حضرت
موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے۔ اِجْعَلْ لَّنَا اِلٰهًا کَمَا
لَهُمْ اٰلِهَةٌ جس پر انہوں نے ان کو سرزنش کی۔
سامری نے بنی اسرائیل کا مزاج سمجھ لیا۔ اور حضرت موسیٰ
علیہ السلام کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے
بچھڑے کا بت بنا کر پوجا کے لئے قوم کے سامنے رکھ دیا۔
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سامری کی قوم گاؤ
پرست تھی۔ اس لئے گاؤ پرستی کی محبت اس کے دل
میں موجود تھی اور ظاہری طور پر اس نے اسلام کا اظہار
کر رکھا تھا۔ عن ابن عباس قال کان السّامری
رجلا من اھل باجرو کان من قوم یعبدون
البقر وکان حب عبادۃ البقر فی نفسہ وکان قال
اظھر الاسلام مع بنی اسرائیل (ابن کثیر ج ۳
ص۱۶۳) قال قتادۃ کان السّامری عظیما فی بنی
اسرائیل من قبیلۃ یقال لھا سامرۃ ولکن عدو
اللہ نافق بعد ما قطع البحر مع موسٰی الخ (قرطبی)
۶۹ف یہ سامری کا جواب ہے۔ سامری نے کہا کہ مجھ کو
ایک ایسی چیز نظر پڑی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی۔ یعنی

لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِی الْیَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَآ
ہم اس کو جلا دینگے پھر بکھیر دینگے دریا میں اڑا کر ف تمہارا
اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَیْءٍ
معبود تو وہی اللہ ہے ۶۶ف جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں سب چیز سما گئی ہے
عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَیْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ
اس کے علم میں یوں سناتے ہیں ہم تجھ کو ۳ف ان کے احوال جو پہلے
سَبَقَ ۚ وَقَدْ اٰتَیْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ مَنْ
گذر چکے اور ہم نے دی تجھ کو اپنے پاس سے پڑھنے کی کتاب ۴ف جو کوئی
اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ یَحْمِلُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾
منہ پھیرے اس سے سو وہ اٹھائے گا دن قیامت کے ایک بوجھ ۱ف
خٰلِدِیْنَ فِیْهِ ؕ وَسَآءَ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾
سدا رہیں گے اس میں اور برا ہے ان پر قیامت میں وہ بوجھ اٹھانے کا
یَّوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ
جس دن پھونکیں گے صور میں اور گھیر لائینگے ہم گنہگاروں کو اس دن
زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ یَّتَخَافَتُوْنَ بَیْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا
نیلی آنکھیں ف چپکے چپکے کہتے ہوں گے آپس میں تم نہیں رہے ۲ف مگر
عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُوْنَ اِذْ یَقُوْلُ اَمْثَلُهُمْ
دس دن ۳ف ہم کو خوب معلوم ہے جو کچھ کہتے ہیں جب بولے گا ان میں اچھی
طَرِیْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا یَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ
راہ روش والا تم نہیں رہے مگر ایک دن ۴ف اور تجھ سے پوچھتے ہیں ۵ف
الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَیَذَرُهَا قَاعًا
پہاڑوں کا حال سو تو کہہ ان کو بکھیر دے گا میرا رب اڑا کر پھر کر چھوڑے گا زمین کو صاف

ع ۱۵ / ۵ / ۱۴

خدا کے بھیجے ہوئے فرشتہ (جبریل) کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ شاید یہ اسی وقت ہوا ہو جب بنی اسرائیل دریا میں گھسے اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر گھسا اس حالت میں

موضح قرآن ف دنیا میں اسکو یہی سزا ملی کہ وہ بنی اسرائیل کے لشکر سے باہر الگ رہتا اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے دونوں کو تپ چڑھتی اس مارے لوگوں کو دور دور کرتا اور
ایک وعدہ ہے کہ خلاف نہ ہوگا۔ شاید عذاب آخرت ہے اور شاید دجّال کا نکلنا وہ بھی یہود میں اسی کا فساد پورا کریگا جیسے ہمارے پیغمبر مال بانٹتے تھے۔ ایک شخص نے کہا انصاف
سے بانٹو فرمایا اسکی جنس کے لوگ نکلیں گے وہ خارجی نکلے کہ اپنے پیشواؤں پر لگے اعتراض پکڑنے۔ جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے وہ ایسا ہی ہے۔ **۲ف** یعنی اندھے اور شاید
یونہی نیلی ہوں بدنمائی کے واسطے **۳ف** یعنی دنیا میں رہنا اتنا نظر آویگا یا قبر میں رہنا **۴ف** ہم کو خوب معلوم ہے یعنی چپکے کہنا ہم سے نہیں چھپتا۔

فتح الرحمٰن **۱ف** یعنی گناہ ہے ۱۲ **۲ف** یعنی در دنیا ۱۲ ۔

جبرئیل دونوں جماعتوں کے درمیان کھڑے ہوگئے تاکہ ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دیں۔ بہرحال سامری نے کسی محسوس دلیل سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بنا پر سمجھ لیا کہ یہ جبرئیل ہیں ان کے پاؤں یا ان کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے مُٹھی بھر مٹی اٹھالی وہی اب سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ کیونکہ اس کے جی میں یہ بات آئی کہ روح القدس کی خاک پا میں یقیناً کوئی خاص تاثیر ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ سونا تھا کافروں کا مال لیا ہوا فریب سے۔ اسی میں مٹی پڑی برکت کی۔ حق اور باطل مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح روح اور آواز اس میں ہوگئی۔ ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہئے اس سے بُت پرستی بڑھتی ہے۔

صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ

میدان — نہ دیکھے تو اس میں موڑ اور نہ ٹیلا — اس دن

يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ

پیچھے دوڑینگے ف۱ ۷۶ف پکارنے والے کے ٹیڑھی نہیں جس کی بات اور دب جائینگی آوازیں

لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾ يَوْمَئِذٍ

رحمٰن کے ڈر سے پھر تو نہ سنے گا مگر کھس کھسی آواز — اس دن

لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ

کام نہ آئے گی سفارش ۷۷ف مگر جس کو اجازت دی رحمٰن نے

وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

اور پسند کی اس کی بات ۷۸ف ف۲ وہ جانتا ہے جو کچھ ہے ان کے آگے

وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ

اور پیچھے اور یہ قابو میں نہیں لا سکتے اس کو دریافت کر کر اور رگڑتے ہیں

الْوُجُوْهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ

منہ آگے اس جیتے ہمیشہ رہنے والے کے اور خراب ہوا جس نے

حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

بوجھ اٹھایا ظلم کا اور جو کوئی کرے کچھ بھلائیاں ۷۹ف

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَ

اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو سو اس کو ڈر نہیں بے انصافی کا اور نہ نقصان پہنچنے کا ف۲ اور

كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا

اسی طرح اتارا ہم نے قرآن عربی زبان کا اور پھیر پھیر کر سنائی ہم نے

فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ

اس میں ڈرانے کی باتیں تاکہ وہ پرہیز کریں یا ڈالے

تنبیہ :- آیت کی جو تفسیر اوپر بیان ہوئی، صحابہ و تابعین اور علماء مفسرین سے یہی منقول ہے (عثمانی) بعض آثار میں ہے کہ جہاں گھوڑا زمین پر پاؤں رکھتا وہاں فوراً سبزہ نمودار ہو جاتا اس سے سامری نے سمجھا کہ اس میں ضرور کوئی کرشمہ ہوگا اس لئے اس کے پاؤں رکھنے کی جگہ سے مٹھی بھر مٹی اٹھالی۔ وفی بعض الاثار انہ راٰہ کلما رفع الفرس یدیہ اورجلیہ علی التراب الیبس یخرج النبات فعرف ان لہ شاناً فاخذ من موطئہ حفنۃ (روح ج ١٦ ص ٢٥٣) اس کی زیادہ تحقیق سورۂ بقرہ کی تفسیر میں گذر چکی ہے ملاحظہ ہو حاشیہ (١١٢)

۷۵ف سامری کو دنیا میں اپنے کئے کی سزا یہ ملی کہ جب بھی کوئی شخص اس کے قریب جاتا تو دونوں کو تپ چڑھ جاتا اس لئے وہ لوگوں سے کہتا کہ مجھ سے دُور رہو وہ چاہتا تھا کہ فریب سے قوم کا سردار بن جائے لیکن سزا ایسی ملی کہ کوئی شخص اس کے قریب بھی نہ پھٹکتا تھا۔ بالکل اچھوتوں کی طرح زندگی گذاردی وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ وہ تو دنیا میں عذاب تھا اور دنیا میں شرک پھیلانے اور فساد بپا کرنے کی سزا آخرت میں بھی ملے گی۔ آخرت میں سزا کی وعید ضرور پوری ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں کرے گا۔ ای لن یخلفک اللہ موعدہ الذی وعدک علی الشرک والفساد فی الارض ینجزہ لک فی الاخرۃ بعد ما عاقبک بذلک فی الدنیا (مدارک ج ۳ ص ۵۰) ۷۶ف یہ تو تیری سزا ہوئی۔ اب دیکھ میں تیرے معبود کا کیا حشر کرتا ہوں جس پر تو ہر وقت مجاور بنا بیٹھا رہتا ہے۔ میں ابھی اس کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں بہاتا ہوں تاکہ تجھے اور اس کی پوجا کرنے والے دوسرے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ اس قدر عاجز ہے کہ خود اپنی حفاظت نہیں کر سکتا تو دوسروں کا کیا سنوار سکتا ہے۔ ۷۷ف یہ پانچویں آیت توحید ہے گوسالہ سامری کا عجز اور اس کی بے بسی ظاہر کرنے کے بعد توحید اور معبود حق کا اعلان فرمایا اور کلام کا رخ سامری سے تمام بنی اسرائیل کی طرف موڑ دیا کہ تمہارا معبود تو صرف اللہ ہے۔ جس کے سوا کوئی اُلوہیت کے لائق نہیں اور کوئی اِلٰہ اور معبود بننے کے قابل نہیں، جس کا علم ہر چیز پہ حاوی اور ساری کائنات کو محیط ہے اور وہ ہر چیز پر قادر اور علی الاطلاق مختار و متصرف ہے اور یہ گوسالہ جماد اور محض بے جان ہے بھلا یہ کیونکر معبود ہو سکتا ہے ۷۸ف کاف بیان کمال کے لئے ہے یعنی ایسی صحیح تفصیلات بیان کرنا ہمارا ہی کام ہے اور کسی کا نہیں۔ اور یہ تیسری آیت تشجیع ہے یعنی

موضح قرآن ف۱ یعنی اس کی سفارش چلے گی ف۲ یعنی اس پر زور نہ ہوگا۔ اللہ کے ہاں انصاف ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی انقیاد اسرافیل کنند ۱۲ ف۲ یعنی مسلمان باشند ۱۲۔

گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات ہم آپ پر اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ انہوں نے توحید کی خاطر کس قدر مصیبتیں اٹھائیں اس طرح آپ پر بھی مصائب آئیں گے لہٰذا آپ بھی ان پر صبر کریں۔ اور یہ جملہ معترضہ ہے برائے بیان صداقت رسول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ ہماری وحی سے معلوم کرکے گذشتہ لوگوں کی اخبار بیان کر رہے ہیں۔ لہٰذا آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ **۷۴ے** ذِکۡرًا سے قرآن کریم مراد ہے۔ وتفسیر الذکر بالقرآن ھو الذی ذھب الیہ الجمھور (روح ج ۱۶ ص ۲۵۹) مَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡہُ الخ منکرین قرآن کے لئے تخویف اُخروی ہے۔ **۷۵ے** اس سے پہلے چونکہ نفخ صور، حشر نشر اور قیامت کا ذکر تھا۔ اس لئے مشرکین

لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا

ان کے دل میں سوچ سو بلند درجہ اللہ کا **۷۹ے** اس سچے بادشاہ کا اور تو

تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ

جلدی نہ کر قرآن کے لینے میں **۸۰ے** جب تک پورا نہ ہو چکے

وَحْيُهٗ ۡ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ

اس کا اترنا اور کہہ اے رب زیادہ کر میری سمجھ **ف۱** اور **۸۱ے**

عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ

ہم نے تاکید کر دی تھی آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا اور نہ پائی ہم نے

لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اس میں کچھ ہمت **ف۲** اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو **۸۲ے**

ع ٦ ١١ ١٥

لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا

آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے مگر نہ مانا ابلیس نے پھر کہہ دیا ہم نے

يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا

اے آدم یہ دشمن تیرا ہے اور تیرے جوڑے کا سو

يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ

نکلوا نہ دے تم کو بہشت سے پھر تو پڑ جائے تکلیف میں تجھ کو یہ ملا ہے

اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَاَنَّكَ لَا

کہ نہ بھوکا ہو تو اس میں اور نہ ننگا اور یہ کہ نہ

تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ

پیاس کھینچے تو اس میں اور نہ دھوپ پھر جی میں ڈالا اس کے شیطان نے **۸۳ے**

قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ

کہا اے آدم میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا رہنے کا اور

کے لئے استبعاد کا موقع تھا کہ وہ یہ سوال پوچھ بیٹھیں کہ جب قیامت آئے گی تو یہ اتنے بڑے بڑے پہاڑ کہاں جائیں گے۔ اس لئے فرما دیا کہ اگر وہ یہ سوال کریں تو آپ اس کا جواب فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ریت کی مانند ریزہ ریزہ کرکے اڑا دے گا۔ اور وہ سب زمین پر بکھر جائیں گے اور زمین بالکل صاف اور ہموار چٹیل میدان کی طرح نظر آئے گی۔ اس میں کہیں اونچ نیچ اور نشیب و فراز نہیں ہوگا۔ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ کے جواب میں فَقُلۡ پر فاء اس لئے داخل ہوئی ہے کہ یسئلونک متضمن معنی شرط ہے۔ کیونکہ یہ سوال متحقق نہیں تھا بلکہ متوقع تھا۔ اور اصل میں ان سألوک ہے اسی لئے جزاء پر فاء داخل ہوئی۔ (مدارک) قَاعًا میدان صفصفًا صاف ہموار عِوَجًا نشیب پستی۔ اَمۡتًا بلندی اور اونچائی **۷۶ے** الداعی الخ سے حضرت اسرافیل علیہ السلام مراد ہیں جو قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ صور کی آواز پر تمام مردے زندہ ہو کر ہر طرف سے سیدھے آواز کی جانب چل پڑیں گے۔ یرید اسرافیل علیہ السلام اذا نفخ فی الصور (لا عوج لہ) ای عن دعائہ لا یزیغون ولا ینحرفون بل یسرعون الیہ ولا یحیدون عنہ (قرطبی ج ۱۱ ص ۲۴۶) اس دن تمام بنی آدم پر ہیبت طاری ہوگی اور کوئی شخص اونچی آواز سے بات بھی نہیں کر سکے گا۔ ہیبتِ خداوندی اور ہول قیامت کی وجہ سے تمام مخلوق سہمی ہوئی ہوگی۔ ای خفیت لمھابتہ تعالٰی و شدۃ ھول المطلع (روح ج ۱۶ ص ۲۶۰) ھَمۡسًا یعنی نہایت پست۔ اس دن جو بھی بات کرے گا۔ نہایت پست اور خفی آواز سے کرے گا۔ **۷۷ے** یہاں قیامت کے دن شفاعت کے نافع ہونے کی نفی کی گئی ہے۔ اور اس میں سے پھر شفاعت کی ایک صورت کو مستثنٰی کیا گیا ہے، جس کی تعبیر مَنۡ اَذِنَ لَہُ الرَّحۡمٰنُ سے کی گئی ہے۔ اس سے یا تو شافعین یعنی انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اور مومنین صالحین مراد ہیں جن کو قیامت کے دن گنہگاروں کی سفارش کرنے کا اذن ملے گا یا مشفوع لہم یعنی وہ گنہگار مومنین مراد ہیں، جن کے حق میں شفاعت ہوگی۔ پہلی صورت میں معبودانِ باطلہ کی شفاعت کے نافع ہونے کی نفی ہوگی اور دوسری صورت میں مشرکین کے حق میں شفاعت کے مفید ہونے کی نفی مراد ہوگی۔ ومعناہ لاجلہ وکذا ورضی لہ ای لاجلہ ویکون من للمشفوع لہ او بدل من الشفاعۃ علی حذف مضاف ای الا شفاعۃ من اذن لہ ویکون من للشافع الخ (بحر ج ۶ ص ۲۸۰) پہلی صورت کا حاصل یہ

موضح قرآن **ف۱** جبرئیل جب قرآن لاتے حضرت اُنکے پڑھنے کے ساتھ آپ بھی پڑھنے لگتے کہ بھول نہ جاویں اسکو پہلے منع فرمایا تھا سورۂ قیامت میں اور تسلی کر دی تھی کہ اسکا یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ذمہ ہمارا ہے لیکن بندہ بشر ہے شاید بھول گئے ہوں۔ پھر تقید کیا اور بھولنے پر مثل فرمائی آدم کی۔ **ف۲** وہی جو دانہ کھا لیا بھول گئے یعنی قائم نہ رہے۔

ہوگا کہ شفاعت صرف مؤمنوں کے حق میں ہوگی مشرکوں کے حق میں نہ ہوگی اور دوسری صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ شفاعت صرف انبیاء علیہم السلام اور نیک لوگ ہی کریں گے مشرک پیروں اور راہنماؤں کو شفاعت کی اجازت نہیں ملے گی۔ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ الخ قیامت کے دن تمام بنی آدم اللہ کے سامنے عاجز اور سرافگندہ ہوں گے کیا فقیر اور کیا امیر، کیا رعیت اور کیا بادشاہ سب لرزاں اور ترساں ہوں گے اور جنہوں نے شرک کیا ہوگا وہ سراسر خسارے میں ہوں گے۔ ان کے نجات پانے کی کوئی صورت نہیں ہوگی۔ عنت ای ذلت وخضعت اور ظلم سے شرک مراد ہے (روح)۔ ۵۷۸ یہ نیکوکاروں کے لئے بشارت اُخروی ہے وَكَذٰلِكَ

مُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا

بادشاہی جو پرانی نہ ہو — پھر دونوں نے کھا لیا اس میں سے — پھر کھل گئیں ان پر

سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ

ان کی بری چیزیں اور لگے گا نٹھنے اپنے اوپر پتے

الْجَنَّةِ ؗ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿۱۲۱﴾ ثُمَّ

بہشت کے اور حکم ٹالا آدم نے اپنے رب کا پھر راہ سے بہکا — پھر

اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿۱۲۲﴾ قَالَ

نواز دیا اس کو اس کے رب نے پھر متوجہ ہوا اس پر اور راہ پر لایا — فرمایا

اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ

اترو یہاں سے دونوں اکٹھے رہو ایک دوسرے کے دشمن

فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ۵ فَمَنِ اتَّبَعَ

پھر اگر پہنچے تم کو میری طرف سے ہدایت — پھر جو چلا

هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ

میری بتائی راہ پر سو وہ نہ بہکے گا اور نہ وہ تکلیف میں پڑے گا ف اور جس نے منہ پھیرا ۵۸۲

عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ

میری یاد سے تو اس کو ملنی ہے گزران تنگی کی اور

نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ

لائیں گے ہم اس کو دن قیامت کے اندھا — وہ کہے گا اے رب کیوں

حَشَرْتَنِيْۤ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾ قَالَ

اٹھا لایا تو مجھ کو ۵۸۵ اندھا اور میں تو تھا دیکھنے والا — فرمایا

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ

یونہی پہنچی تھیں تجھ کو ہماری آیتیں پھر تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج

اَنْزَلْنٰهُ الخ کاف بیان کمال کے لئے ہے اور یہ قرآن پر عمل کرنے کی ترغیب ہے۔ یعنی ایسا مدلل اور جامع قرآن نازل کرنا ہمارا کام ہے۔ لہٰذا تم اس عظیم الشان کتاب پر عمل کرو۔ ۵۷۹ یہ آیات توحید کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ یعنی مذکورہ دلائل توحید سے واضح ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ ہی متصرف و مختار اور عالم الغیب ہے لہٰذا وہی سب سے بڑا اور عظیم الشان بادشاہ ہے اور وہی معبود برحق ہے اس لئے حاجات میں صرف اسی کو پکارو۔ ۵۸۰ یہ چوتھی آیت تشجیع کا ذکر ہے۔ یعنی قرآن مجید کی وحی اترتے وقت اس کے پڑھنے میں جلدی نہ کریں۔ بلکہ اُسے غور سے سُنیں۔ جب وحی ختم ہوجائے تو پھر آپ اُسے دہرا لیں۔ جب آپ کے ذہن میں محفوظ ہوجائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جرأت و استقلال سے قرآن کی تبلیغ فرمائیں۔ ہمارے پیغمبر آدم علیہ السلام کی طرح آپ کے عزم اور پائے استقلال میں جنبش نہ آنے پائے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے کہ آدم علیہ السلام کے عزم میں کمزوری آ گئی۔ ۵۸۱ ہم نے بنی آدم کی تخلیق سے پہلے آدم علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ جنت میں رہیں اور وہیں کے پھلوں اور میووں میں سے جو چاہیں کھائیں اور ایک درخت سے ہم نے ان کو منع کیا تھا کہ اس کے قریب نہ جائیں مگر ان سے بھول ہوگئی اور انہوں نے شجرِ ممنوعہ سے تناول کرلیا۔ اس طرح وہ عزم اور ثبات قدم کا ثبوت نہ دے سکے یا عزم سے پختہ ارادہ مراد ہے، یعنی آدم علیہ السلام نے بالارادہ اللہ کے حکم کے خلاف نہیں کیا تھا۔ بلکہ بھول ہوگئی تھی اور اللہ کا حکم یاد نہیں رہا تھا۔ کانہ لما مدح سبحانہ القراٰن وحض علی استعمال التؤدۃ والرفق فی اخذہ و عهد علی العزیمۃ بامرہ وترك النسیان فیہ ضرب حدیث اٰدم مثلاً للنسیان وترك العزیمۃ (روح ج ۱۶ ص ۲۱۹) ۵۸۲ مقصد یہ ہے کہ ابلیس تمہارا پرانا جدی پشتی دشمن ہے اور وہ ہر ممکن طریق سے تمہیں کفر و شرک اور دوسرے گناہوں سے ملوث کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے فریب سے بچو۔ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ الخ یہ جنت کی خوبیاں ہیں کہ وہاں نہ بھوک ہوگی، نہ پیاس اور نہ دھوپ یعنی وہاں ہر قسم کا آرام و سکون ہوگا۔ ۵۸۳ اس واقعہ کی مزید تفصیل سورہ بقرہ کی تفسیر میں دیکھیں حاشیہ ۸۵ تا ۹۰۔ ۵۸۴ یہ اللہ کی ہدایت سے اعراض کرنے والوں کے لئے تخویف اُخروی ہے اور یہ استیناف ہے حضرت آدم علیہ السلام سے متعلق نہیں مَعِيْشَةً ضَنْكًا "تنگ روزی" اس سے یا تو آخرت کی زندگی میں رزق کی تنگی مراد ہے یا دنیا کی زندگی ہیں۔ دنیا میں وہ اگرچہ مالدار ہوں گے۔ لیکن ان کے دلوں سے وصف قناعت چھین لیا جائے گا اور ان کو حرص و لالچ کے مرض میں

موضح قرآن ف ایک دوسرے کے دشمن رہے ان کی اولاد جیسا آپس میں رفاقت کر کر گناہ کیا اس رفاقت کا بدلہ یہ ملا کہ اولاد آپس میں دشمن ہوئی۔

مبتلا کر دیا جائے گا۔ جس کی وجہ سے وہ عنائے قلبی سے محروم رہیں گے اور دنیائے دنی کی دولت کے پیچھے مفلس و قلاش لوگوں کی طرح بھاگتے پھریں گے۔ عن ابن جبیر یسلبہ القناعۃ حتی لایشبع فمع الدین التسلیم والقناعۃ والتوکل فتکون حیاتہ طیبۃ و مع الاعراض الحرص والشح فعیشہ ضنک وحالہ مظلمۃ (مدارک ج ۳ ص۵۳) **۵۸۵** جس شخص نے اللہ کی ہدایت کو محض ضد و عناد کی وجہ سے رد کر دیا قیامت کے دن اس کو قبر سے اندھا اٹھایا جائے گا تو وہ اللہ سے سوال کرے گا کہ بارے خدایا! دنیا میں تو میں چنگا بھلا دیکھتا تھا اور تو نے میری آنکھوں کو نور دے رکھا تھا تو آج مجھے کیوں آنکھوں کی روشنی سے محروم کر دیا گیا ہے۔ قال کذلک تو اس کو جواب ملے گا کہ جس طرح دنیا میں تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں۔ ہمارے پیغمبروں اور مبلغوں نے تجھے پڑھ کر سنائیں تو تو نے ان کو پس پشت ڈال دیا ان کی پرواہ نہ کی اور ان سے آنکھیں بالکل بند کر لیں اور ان سے اندھا ہو گیا۔ اسی طرح آج تجھے بھلا دیا گیا ہے اور تجھے کوئی اہمیت نہیں دی گئی اور تیری آنکھوں سے نور چھین کر تجھے اندھیرے میں چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان اٰیاتنا اتتک واضحۃ مستنیرۃ فلم تنظر الیہا بعین المعتبر ولم تتبصر وترکتہا وعمیت عنہا فکذلک الیوم نترکک علی عماک ولانزیل غطاءہ عن عینیک (بحر ج ۶ ص۲۸۷) لیکن یہ اندھا پن ایک معین وقت تک ہوگا اس کے بعد زائل ہو جائے گا اور وہ قیامت کے اہوال اور جہنم وغیرہ کا مشاہدہ کریں گے۔ وھذا الترک یبقی الی ماشاء اللہ تعالیٰ ثم یزال العمی عنہ فیریٰ اھوال القیمۃ ویشاھد النار کما قال سبحانہ وراٰی المجرمون النار الخ (روح ج ۱۶ ص۲۵۱) **۵۸۶** جو لوگ حدود الٰہیہ کو پھاند کر شہوات و خواہشات میں منہمک ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو نہ مانیں ان کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ اور پھر آخرت کا عذاب یعنی عذاب جہنم تو نابینا اٹھانے سے بھی زیادہ دردناک اور دائم ہے۔ اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ الخ یہ مکذبین کو لئے تخویف دنیوی ہے۔ **۵۸۷** اجل مسمی، کلمۃ پر معطوف ہے اَفَلَمْ یَهْدِ لَهُمْ کی تہدید کے بعد ان مکذبین پر فوراً عذاب نازل نہ کرنے کی حکمت بیان فرمائی کہ چونکہ اللہ تعالیٰ تاخیر عذاب کا فیصلہ کر چکا ہے۔ اور اس امت کے مکذبین پر عذاب استیصال نازل نہیں کیا جائے گا، جس سے وہ بیک وقت سارے کے سارے ہلاک ہو جائیں اور ان مکذبین کی عمریں بھی مقرر فرما چکا ہے اور موت اپنے وقت مقررہ سے پہلے نہیں آ سکتی اس لئے ان کو فوری عذاب سے ہلاک نہیں کیا گیا۔ اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوتیں تو وہ لازمی طور پر عذاب سے ہلاک کر دیئے جاتے۔ ای لولا العدۃ بتاخیر عذابھم والاجل المسمی لاعمارھم لما تاخر عذابھم اصلا (روح ج ۱۶ ص۲۸) **۵۸۸** یہ پانچویں آیت تسجیع ہے جو پانچ امور

تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ
تجھ کو بھلا دینگے ولے اور اسی طرح ہم بدلہ دینگے ہم اس کو جو حد سے نکلا اور

يُؤْمِنْ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ
یقین نہ لایا اپنے رب کی باتوں پر اور آخرت کا عذاب سخت ہے

وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ
اور بہت باقی رہنے والا ولے سو کیا ان کو سمجھ نہ آئی اس بات سے کہ کتنی غارت کر دیں ہم نے ان سے پہلے

مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ
جماعتیں یہ لوگ پھرتے ہیں ان کی جگہوں میں اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ
خوب نشانیاں ہیں عقل رکھنے والوں کو اور اگر نہ ہوتی ایک بات ۵۸۷

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾
کہ نکل چکی تیرے رب کی طرف سے تو ضرور ہو جاتی مٹھ بھیڑ اور اگر نہ ہوتا وعدہ مقرر کیا ہوا ولے

فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ
سو تو سہتا رہ جو وہ کہیں ۵۸۸ اور پڑھتا رہ خوبیاں اپنے رب کی

قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ
سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور کچھ

اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ
گھڑیوں میں رات کی پڑھا کر اور دن کی حدوں پر شاید تو

تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا
راضی ہو ولے اور مت پسار اپنی آنکھیں ۵۸۹ اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے

بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ڏ
ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی

ع ۷/۱۳ ۱۶

تسبیح ... منفردہ میں سے اول ۱۲ دوم ۱۲ سوم ۱۲

موضح قرآن ف۱ آیتوں کو بھلا دیا یعنی عمل نہ کیا اور یقین نہ لایا اور پیغمبر نے فرمایا میری امت کے سارے گناہ مجھ کو دکھائے اس سے بڑا گناہ نہ دیکھا کہ قرآن کی کوئی آیت کسی شخص کو یاد ہوئی پھر اس نے بھلا دی ف۲ یعنی یہ عذاب اندھا ہونے کا حشر میں ہے اور دوزخ میں اور زیادہ۔ ف۳ آخر وعدہ پر بھینٹ ہوئی مسلمانوں میں اور کافروں میں ف۴ دن کی حدوں پر یعنی پہر پہر بعد وقت میں نمازوں کے اور تو راضی ہوگا یعنی امت کو مدد ہوگی دنیا میں اور بخشش گناہوں کی آخرت میں تیری سفارش سے۔

پر مشتمل ہے۔ امر اول فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ یعنی آپ مشرکین کی بیجا باتوں اور انکے طعن وتشنیع پر اور انکی طرف سے جو مصائب آئیں ان پر صبر کریں۔ امر دوم وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ اور اللہ کی تسبیح وتقدیس اس پر ممد و معاون ہے لہٰذا آپ پنج وقتہ نمازوں کی پابندی کریں۔ صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اللہ تعالیٰ آپکا حامی و ناصر ہے۔ اس آیت سے پانچوں نمازوں کا حکم مستنبط ہے قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ نماز فجر قَبْلَ غُرُوْبِهَا نماز عصر وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ نماز عشاء اور اَطْرَافَ النَّهَارِ نماز ظہر و مغرب (قرطبی، روح وغیرہ) ۸۹ یہ امر سوم ہے۔ یعنی آپ مسئلہ توحید کو جرأت و شجاعت سے خوب پہنچائیں اور کفار و مشرکین کے مختلف طبقات کو جو ہم نے وافر دولت دے رکھی ہے اسکی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں یہ محض چند روزہ رونق اور شان وشوکت ہے۔ ان کو مال و دولت دینے سے یہ نہ سمجھا جائے کہ ہمارے نزدیک انکی کوئی قدر و منزلت ہے بلکہ یہ محض ابتلا اور امتحان ہے اور آخرت میں ان کیلئے جہنم کے سوا کچھ نہیں۔ ۹۰ یہ امر چہارم ہے یہ امر مصلح کا ذکر ہے۔ یعنی اہل وعیال کو نماز کی پابندی کا حکم فرمائیں وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا امر پنجم اور خود بھی نماز کی پابندی کریں لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا یہ ذمہ داری آپکی نہیں ہے کہ آپ اپنے لئے اور اہل وعیال کے لئے روزی کمائیں بلکہ روزی کا انتظام ہمارے ذمہ ہے۔ آپ جس کام کے لئے بھیجے گئے ہیں آپ اسکا زیادہ اہتمام کریں۔ ای لانسئلك ان ترزق نفسك ولا اهلك (نحن نرزقك) وایاهم فلا تهتم لامر الرزق (مدارک ج ۳ ص ۵۵) مطلب یہ ہے کہ نماز پر مداومت کریں کوئی نماز ناغہ نہ ہونے پائے۔ نماز کے وقت تمام کاروبار چھوڑ چھاڑ کر پوری توجہ کیساتھ نماز ادا کریں اور اکتساب معاش ادائے نماز سے ہرگز مانع نہ ہو کیونکہ روزی رساں تو اللہ تعالیٰ ہے۔ ۹۱ یہ شکوی ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ آپ کوئی دلیل یا معجزہ کیوں نہیں لاتے جو آپکی صداقت ظاہر کرے اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ الخ جواب شکوی ہے۔ یعنی آپ نے ایسی باتیں بیان کی ہیں جنکی پہلے آپکو خبر نہیں تھی اس سے معلوم ہوا کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ سب من جانب اللہ ہے اور کتب سابقہ یعنی تورات و انجیل وغیرہ میں وہ آپ کی بشارت پڑھ چکے ہیں۔ جو آپکی نبوت و صداقت پر نہایت واضح دلیل ہے تو کیا یہ دلیل کافی نہیں ہے۔ یرید التوراة والانجیل والکتب المتقدمة وذلك اعظم اٰية اذ اخبر بما فیها وقیل اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ الاٰیة الدالة علی نبوته بما وجدوه فی الکتب المتقدمة من البشارة (قرطبی ج ۱۱ ص ۲۶۴) ۹۲ یہ استیناف ہے اس سے مقصود یہ ہے۔ کہ ہم نے قرآن منکرین پر حجت قائم کرنیکے لئے نازل کیا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ کوئی عذر نہ کر سکیں۔ یعنی اگر ہم قرآن نازل کرنے اور حجت قائم کرنے سے پہلے ہی عذاب نازل کر کے ان کو ہلاک کر دیتے۔ تو قیامت کے دن وہ کہہ سکتے تھے کہ اے اللہ تو نے اپنا رسول بھیج کر اور اس پر اپنی آیتیں نازل فرما کر ہمیں سیدھی راہ کیوں نہ دکھائی۔ تاکہ ہم تیرے پیغمبروں کا اتباع کرتے اور آج ذلیل و رسوا نہ ہوتے۔ ۹۳ یعنی آپ ان متمردین اور معاندین سے کہہ دیں کہ ہم اور تم سب ایک دوسرے کے انجام کے منتظر ہیں۔ تم انتظار تو کرو بہت جلد تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ سیدھی راہ پر کون ہے اور گمراہ کون ہے۔ ازالۂ رسورۂ طٰہٰ کی آیات توحید ص ۹۲

لِنَفْتِنَهُمْ فِیْهِ ؕ وَ رِزْقُ رَبِّكَ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی (۱۳۱)
ان کے جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی

وَ اْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَ اصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ
اور حکم کر اپنے گھر والوں کو نماز کا ۹۰ اور خود بھی قائم رہ اس پر

لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ
ہم نہیں مانگتے تجھ سے روزی ہم روزی دیتے ہیں تجھ کو اور انجام بھلا ہے

لِلتَّقْوٰی (۱۳۲) وَ قَالُوْا لَوْ لَا یَاْتِیْنَا بِاٰیَةٍ مِّنْ
پرہیزگاری کا ۹۱ اور لوگ کہتے ہیں یہ کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس ۹۱ کوئی نشانی

رَّبِّهٖ ؕ اَوَ لَمْ تَاْتِهِمْ بَیِّنَةُ مَا فِی
اپنے رب سے کیا پہنچ نہیں چکی ان کو نشانی اگلی

الصُّحُفِ الْاُوْلٰی (۱۳۳) وَ لَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ
کتابوں میں کی ۹۱ ف۲ اور اگر ہم ہلاک کر دیتے ان کو ۹۲

بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْ لَاۤ
کسی آفت میں اس سے پہلے تو کہتے اے رب کیوں نہ

اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ
بھیجا ہم تک کسی کو پیغام دے کر کہ ہم چلتے تیری کتاب پر

قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَ نَخْزٰی (۱۳۴) قُلْ كُلٌّ
ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے تو کہہ ہر کوئی

مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ
راہ دیکھتا ہے ۹۳ سو تم بھی راہ دیکھو آئندہ جان لوگے کون ہیں

اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَ مَنِ اهْتَدٰی (۱۳۵)
سیدھی راہ والے اور کس نے راہ پائی

ع ۸ / ۱۷

موضح قرآن ف۱ اور خاوند غلام سے روزی کمواتے ہیں اور خاوند بندگی چاہتا ہے روزی آپ دیتا ہے ف۲ یعنی اگلی کتابوں میں خبر ہے رسول آخر الزمان کی یا یہ معنی کہ پہلے پیغمبروں کی نشانی کفایت ہے یہ پیغمبر بھی انہیں باتوں کا تقید کرتا ہے کوئی بات نئی نہیں کہتا یا یہ نشانی کہ اگلی کتابوں کے موافق قصے بیان کرتا ہے۔

فتح الرحمٰن ف۱ یعنی قرآن مشتمل است بر قصص وغیر آن موافق کتب سابقہ ۱۲۔